DELHI UNIVERSITY LIBRARY

Cl. No. P168 168N6-131

Ac. No. E8111 Date of release for loan

This book should be returned on or before the date last stamped below. An overdue charge of 0 6 nP. will be charged for each day the book is kept overtime.

DELHI UNIVERSITY
LIBRARY

مصباح القواعد

حصۂ صرف

حصہ اول

از

مولوی فتح محمد خاں جالندھری

مشمولہ نصاب ادیب پنجاب یونیورسٹی

(صرف ایسی باتیں خارج کی گئی ہیں جو قطعاً غیر ضروری تھیں)

مع

پچاس امتحانی سوالات

پبلشر

آزاد بکڈپو۔ ہال بازار۔ امرت سر

UNIVERSITY

کتب خانہ انجمن ترقی اردو جامع مسجد

ان طلبا اور طالبات کے

نام

جن کیلئے

اس کو ترتیب دینے میں
سالہا سال صرف کئے گئے

تعداد ایکہزار

قیمت :- دو روپئے

فہرست مندرجات

گذارش ۷

اصل کتاب پر تبصرہ ۹

کچھ مصنف کے متعلق ۱۱

دیباچہ کتاب ۱۳

اصطلاحات

حروف تہجی ۲۱

شمسی اور قمری حروف ۲۲

قمری حروف کی مثالیں ۲۳

شمسی حروف کی مثالیں ״

حروفِ علت اور حروفِ صحیح ۲۴

بعض حروف کے امتیازی نام ״

اعراب یا حرکات و سکنات اور دیگر ضروری اصطلاحات ۲۶

علم صرف

لفظ ۳۳

موضوع، کلمہ اور مہمل ۳۴

کلمے کی قسمیں

اسم۔ فعل۔ حرف ۳۴

اسم کا بیان

جامد۔ مصدر۔ مشتق ۳۵

۱۔ جامد کی قسمیں :-

معرفہ اور نکرہ ۳۶

معرفہ کی قسمیں :-

علم۔ ضمیر۔ اشارہ۔ موصول ۳۶

۱۔ علم کی قسمیں :-

خطاب۔ لقب۔ عرف۔ کنیت اور تخلص ۳۶

۲۔ ضمیر اور مرجع ۳۷

۳۔ اشارہ۔ مشارٌ الیہ ۳۸

۴۔ موصول اور صلہ ״

نکرہ کی قسمیں :-

ذات، کنایہ، استفہام اور صفت ۴۰

۱- اسمِ ذات کی قسمیں :-
آلہ. ظرف. مونث. مصغر
اور مکبر ۴۱
۲- کنایہ ۴۳
۳- استفہام ۴۴
۴- اسمِ صفت کی قسمیں ۴۵
۱- صفت مشبہ ״
۲- تفضیل ۴۶
۳- مبالغہ ۴۷
۴- صفت نسبتی ״
۵- عدد و معدود ۵۰
۶- صفت عددی ۵۲
۷- صفت مقداری ״

جنس (تذکیر و تانیث)

انسان کی تذکیر و تانیث ۵۴
حیوان ״ ״ ۵۶
بے جان ״ ״ ۵۷
بعض الفاظ ״ ״

تعداد (واحد و جمع) ۶۱

مذکر کی جمع ۶۲
مونث کی جمع ۶۳
حروف عاملہ کے ساتھ جمع بنانے کے
قاعدے ۶۳
حروف عاملہ کا اثر واحد الفاظ پر ۶۴
جمع کی دوسری صورتیں ۶۵
جمع الجمع ۶۶
اسم جمع ״
واحد اور جمع کا استعمال ۶۷

۳- اسم مصدر ۶۸

مصدر اصلی اور مصدر جعلی ۶۹
جعلی مصدر بنانے کے چند قاعدے ۶۹
لازم اور متعدی ۷۰
متعدی مصدر کی قسمیں :- ۷۱
بلا واسطہ. متعدی المتعدی اور
بالواسطہ ״
مصدر لازم سے متعدی بنانے
کے طریقے۔ ۷۱

متعدی سے متعدی بالواسطہ		امر۔ نہی۔ مضارع۔ مستقبل	۸۸
بنانے کے طریقے	۷۳	حال اور ماضی	۸۸
مصدر مجرد اور مصدر مزید فیہ	۷۴	ماضی کی قسمیں :-	״
مصدر مزید فیہ کی شکلیں	۷۵	مطلق۔ قریب۔ بعید۔ شکی	״
۳- اسم مشتق	״	شرطی اور استمراری	״
۱- اسم فاعل	۷۶	معروف و مجہول	۸۹
اسم فاعل سماعی اور ترکیبی	۷۸	مثبت و منفی	۹۰
۲- اسم مفعول	۷۹	۱- امر	۹۱
اسم مفعول سماعی اور ترکیبی	۸۱	۲- نہی	۹۴
۳- اسم کیفیت (حاصل مصدر)	״	۳- مضارع	۹۶
۴- اسم معاوضہ	۸۳	۴- مستقبل	۹۸
۵- اسم حالیہ	۸۴	۵- حال	۹۹
فعل کا بیان	״	۶- ماضی	۱۰۰
ناقص اور تام	״	۱- ماضی مطلق	״
متکلم۔ حاضر۔ غائب	۸۵	"نے" علامت فاعل کا استعمال	۱۰۱
گردان	״	۲- ماضی قریب	۱۰۷
ہے۔ تھا اور تھی	۸۶	۳- ماضی بعید	۱۰۸
زمانے	۸۷	۴- ماضی شکی یا احتمالی	۱۰۹
فعل کی قسمیں	״	۵- ماضی شرطی یا تمنائی	۱۱۰

۶۔ ماضی استمراری یا ناتمام	۱۱۳	امدادی افعال	۱۲۰
بحث مجہول	۱۱۴		
بحث نفی	۱۱۷	امتحانی سوالات	۱۲۵
فعل معطوف	۱۱۹		

گزارش

مولوی فتح محمد خاں جالندھری کی مشہور کتاب مصباح القواعد کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ مرحوم خوش قسمت تھے کہ ان کی سعی کے بغیر یہ کتاب محض اپنی خوبیوں کی بنا پر پنجاب یونیورسٹی کے نصاب میں داخل کر لی گئی۔ میرے خیال میں اس کے بلند پایہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ۱۹۰۳ء میں اُردو کی سب سے بڑی جماعت انجمن ترقی اُردو نے "اپنی طرف سے اُردو زبان کے قواعد پر ایک مکمل اور بسیط کتاب تیار کرانے" کا ارادہ ترک کر کے "اسی کتاب کو اضافہ، ترمیم، اور اصلاح کے بعد اپنا لیا۔"

باہمہ اوصاف امتحانی نقطۂ نظر سے اس پر نظرِ ثانی کی ضرورت تھی۔ پھر اس کی ہر اشاعت پر کاتبوں نے جو "اصلاحیں" دی ہیں۔ ان کی وجہ سے بعض لفظوں کی صورت بالکل مسخ ہو گئی تھی۔ لہٰذا میں نے پوری کتاب پر

نظرِ ثانی ڈالی۔ اور کئی طالبات کو سبقاً سبقاً پڑھاتے ہوئے قلم کاری کی۔ بعض چیزیں جو اصل کتاب میں مبہم رہ گئی تھیں۔ ان کی وضاحت کر دی۔ اور جو باتیں قطعاً غیر ضروری تھیں۔ انہیں خارج کر دیا۔ اب مجھے یقین ہے کہ یہ آراستہ پیراستہ کتاب طالب علموں کی پوری پوری مدد کر سکے گی۔

اصل کتاب دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ پہلا حصہ امتحان ادیب کے لئے ہے اور دوسرا ادیب عالم کے لئے۔ میں نے دونوں حصوں کو الگ الگ کر دیا ہے۔ اس سے مدعا یہ ہے کہ طالب علم دونوں حصے بلا ضرورت یکجا خریدنے کی زیرباری سے بچ جائیں۔ ہر حصے کے ساتھ پچاس امتحانی سوالات کا اضافہ کر کے کتاب کی افادیت کو بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید ہے کہ طلباء اور اساتذہ میری محنت کو بہ نظرِ استحسان دیکھیں گے۔

ممتاز الرشید منہاس

اصل کتاب

اس کتاب کی تاریخ تصنیف کہیں درج نہیں۔ البتہ انجمن ترقی اُردو کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ۱۹۰۳ء سے پہلے معرض وجود میں آ چکی تھی۔ قطعات تاریخ اور دیگر شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی بار ۱۹۰۴ء میں طبع ہوئی۔ ۱۹۱۶ء سے پنجاب یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد نے اسے امتحانات ادیب اور ادیب عالم کے نصاب میں داخل کر رکھا ہے۔

مُصنف نے اس کا ڈھانچہ صرف ونحو کے اصول پر تیار کیا ہے۔ لیکن چونکہ اُردو کی تشکیل میں کئی زبانوں کا حصہ ہے۔ اس لئے انہوں نے محض عربی کا اتباع نہیں کیا۔ بلکہ اُردو کے مخصوص قواعد کو نمایاں انداز سے سمجھایا ہے۔ سب سے بڑا کمال یہ کیا ہے کہ تمام ضروری مسائل کی جزئیات تک بیان کر دی ہیں۔

قواعد کی کتابیں عموماً روکھی پھیکی ہوتی ہیں۔ مصنف نے اس خشکی کو دور کرنے کے لئے جابجا آبدار اشعار سے کام لیا ہے۔ لیکن اشعار کے انتخاب میں تہذیب اور اخلاق کے پہلوؤں کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ان اشعار سے نہ صرف صَرف ونحو کے خشک مسائل پڑھنے کی تکان دُور ہو جاتی ہے۔ بلکہ یہ مسائل بہ آسانی ازبر ہو جاتے ہیں۔ پھر مضمون نگاری کے لئے وافر ذخیرۂ الفاظ بھی ہاتھ آ جاتا ہے۔

مصنف کا اندازِ بیان عموماً سلجھا ہوا ہے۔ البتہ کہیں کہیں بعض باتیں طالب علموں کے نقطۂ نظر سے مزید وضاحت چاہتی ہیں۔ طریق استناد و استدلال پُرلطف ہے بلاشبہ مرحوم کی تحقیق و تفحص اور تلاش و جستجو کی جس قدر بھی داد دی جائے کم ہے۔

اسی بنا پر اس کتاب کی تعریف میں مولوی علی حیدر طبا طبائی۔ مولوی عبدالغنی بہاری۔ شمس العلماء مولوی سید ممتاز علی۔ رائے بہادر پیارے لال انسپکٹر مدارس شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ دہلوی۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال۔ خلیفہ عماد الدین۔ مولوی سید کرامت حسین فیلو الہ آباد یونیورسٹی اور لالہ شیو لال انسپکٹر مدارس اور دیگر اہل علم و فضل رطب اللسان تھے۔

کچھ مُصنّف کے متعلق

مولوی فتح محمدؐ خاں جالندھری کے آبا و اجداد یوسف زئی افغان تھے۔ ان کے پردادا محمدؐ خاں ہندوستان آئے پہلے رام پور میں رہے پھر پنجاب میں سکونت پذیر ہوئے۔

محمدؐ خاں کے پوتے شاہ محمدؐ خاں ٹانڈہ ضلع ہوشیارپور (پنجاب) میں تھے وہیں ۱۸۶۴ء میں ان کے ہاں فتح محمدؐ خاں پیدا ہوئے۔ شاہ محمدؐ خاں بسلسلۂ ملازمت جالندھر آئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔ اور اسی نسبت سے جالندھری مشہور ہوئے۔ مولوی فتح محمدؐ خاں کے نام کے ساتھ بھی جالندھری کا اضافہ اسی سبب سے ہے۔

مولوی صاحب بچپن ہی سے بڑے ذہین تھے۔ سولہ سال کی عمر میں عربی فارسی کے علوم متداولہ کی تکمیل کرلی۔ تعلیم سے فارغ ہو کر ملازمت کی طرف رجوع کیا مصباح القواعد اور دیگر درسی کتابیں اسی زمانہ میں تصنیف کیں۔ لیکن ملازمت سے جلد ہی سبکدوش ہوگئے۔ اور تصنیف و تالیف کو مشغلہ بنایا۔ ایک رسالہ بھی "اُردو" کے نام سے جاری کیا اور پورے طور پر تحقیق و تدقیق کی داد دی۔

مذہبیات اور زبان دانی سے خاص دلچسپی تھی۔ سخن فہمی اور صرف و نحو میں بھی کمال رکھتے تھے۔ قرآن مجید کا مشہور ترجمہ "فتح الحمید" فارسی صرف و نحو کا

رسالہ "زبدۃ القواعد" اور اُردو کی بلند پایہ گرامر "مصباح القواعد" آپ کو زندہ جاوید رکھنے کے لئے کافی ہیں۔ ان کے علاوہ "ارشاد القرآن" "الاسلام۔ الیاقوت والمرجان۔ الورد والریحان۔ منہاج القواعد۔ اور مبادیُ القواعد آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

مولوی صاحب کی تمام عمر علمی مشاغل میں گذری۔ سر سید احمد خاں۔ خواجہ الطاف حسین حالی۔ مولانا شبلی نعمانی۔ ڈاکٹر نذیر احمد۔ نواب مرزا داغ دہلوی شمس العلما مولوی سید ممتاز علی اور دیگر فضلائے عصر سے دوستانہ مراسم رکھتے۔

ان کے فرزند ارجمند محمد احمد خاں صاحب ذاکر بھی اعلیٰ پایہ کے ادیب ہیں۔ جالندھر کی مشہور اسلامی زنانہ درسگاہ "مدرسۃ البنات" کے بانی مولانا عبدالحق صاحب عباسی کے دستِ راست اور مشہور اسلامی ماہنامہ "پیام اسلام" جالندھر کے مدیر ہیں۔

نوٹ:۔ یہ حالات کچھ تو ذاتی کدو کاوش کا نتیجہ ہیں اور کچھ مصنفینِ اُردو۔ مرتبہ سید ردار حسین کی خوشہ چینی کا ثمرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچۂ کتاب

زمانے کے انقلاب کی تاثیریں ہیں کہ ایک وقت میں ایک چیز رواج وشہرت کے آسمان پر آفتاب ہوکر چمکتی ہے اور دوسرے وقت میں ایسی معدوم ہو جاتی ہے کہ کوئی اس کا نام بھی نہیں جانتا اور ایک وقت میں ایک چیز ایسی پستی وگمنامی کی حالت میں ہوتی ہے کہ اس کی ترقی وعروج کا کبھی خیال بھی نہیں آتا۔ دوسرے وقت میں اوج کمال پر پہنچکر شہرت اور رواج کا درۃ التاج بن جاتی ہے۔ ابھی کل ہی کی بات ہے۔ کہ ہندوستان میں عربی اور فارسی زبانوں کی تعلیم زوروں پر تھی اور ہونی چاہئے تھی کیونکہ عربی زبان مسلمانوں کی مذہبی زبان تھی۔ اور فارسی زبانِ حکومت۔ مسلمانوں کو تو دنیا اور دین دونوں کے اعتبار سے دونوں زبانوں کا سیکھنا ضرور تھا۔ جو لوگ کہ حکومت کا مذہب نہیں رکھتے تھے۔ اور جن کے لئے معاش اور حصولِ تقرب شاہی کا ذریعہ صرف فارسی تھی۔ ان میں سے بھی بہت سے لوگ کسبِ کمال کی غرض سے عربی پڑھتے تھے۔ سچ ہے۔

اَلنَّاسُ عَلٰی دِینِ مُلُوکِھِم

اگرچہ عربی کی حالت ہندوستان میں ابھی تک ایسی نہیں ہوئی کہ اس پر زبان مردہ کا اطلاق ہوسکے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ وہ اس وقت نزع کی حالت میں ہے اور کچھ مدت سے مسلمانوں کی غفلت اور بے پروائی سے سسک رہی ہے۔ اگر مسیحا نفس بزرگوں نے اس کی خبر نہ لی تو وہ وقت دکھائی دے رہا ہے کہ بیچاری

مرکر رہ جائے گی۔ اور اس کا نام ونشان صفحۂ ہندوستان سے مٹ جائے گا۔

رہی فارسی۔ سو جہاں حکومت گئی وہاں وہ گئی۔ اذا فات الشروط فات المشروط اس کا تھوڑا بہت جس قدر نشان باقی ہے۔ وہ صرف عہد گزشتہ کی یادگار ہے اور بس۔ پس اگر اس کی حالت میں پہلی سی اوج موج نہیں رہی تو نہ کچھ محلِ تعجب ہے۔ اور نہ مقامِ تاسف۔ بلکہ سچ پوچھو تو ظاہراً اس سے کسی قسم کا نفع بھی نہیں رہا۔ ہاں اگر اس سے کچھ فائدہ ہے تو یہ کہ اس سے زبان اردو کی تکمیل کو تائید پہنچتی ہے۔

زمانہ حال میں دیارِ ہند میں عربی اور فارسی کی جگہ انگریزی اور اردو کا رواج ہے۔ انگریزی کو تو جس قدر رواج ہو بجا ہے۔ کیونکہ وہ زبانِ سلطنت ہے مگر خدا جانے کیا بات ہے کہ اردو جو صرف ملکی زبان ہے اور جس کے شباب کا ہنوز ابتدائی زمانہ ہے۔ یوماً فیوماً ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شروع شروع میں گورنمنٹ نے اس کی سرپرستی فرمائی اور اردو کے ادیبوں کو خاطر خواہ صلے اور معقول انعام دے دے کر کتابیں تصنیف کرائیں اور تصنیفات کا بیش بہا ذخیرہ مہیا کر دیا۔ مگر اب لوگوں میں ایسا مذاق پیدا ہو گیا ہے۔ کہ اس کو وسیع اور شستہ و شگفتہ کرنے میں خود بخود یعنی بے طمعِ انعام و بے خواہشِ صلہ کوشش کر رہے ہیں۔ ؎

الصنع کے خواہاں ہیں نہیں طالبِ زرِ سیم ۔۔۔ تحسینِ سخن فہم ہے مومن صلہ اپنا

آج اردو زبان کی حلاوت رغدوبنت کو دیکھو تو رشکِ قند و نبات ہے اس کی نظم ونثر کی دلکش ادائیں دلوں کو بے اختیار کھینچے لئے جاتی ہیں۔ وہ زبانیں جو کبھی بلغائے فارس کے کلام سے چٹخارے بھرتی تھیں۔ اب فصحائے ہند کی شیریں

کلامیوں سے مزے لے رہی ہیں اور وہ کان جو پہلے فارسی ترانوں سے مست ہو ہو جاتے تھے۔ اب اُردو کی سُریلی آوازوں سے کیفیت لے رہے ہیں۔ کس کو معلوم تھا اور کون کہہ سکتا تھا۔ کہ زبانِ اُردو کبھی ترقی کی کرسی پر بیٹھ کر قبولِ عام کی بارگاہ میں جلوہ گر ہو گی! مگر تعجب اور نہایت تعجب ہے کہ اس زبان کے قواعد جامعہ ابھی تک مدوّن نہیں ہوئے۔ اہلِ زبان کو تو شاید قواعد کی چنداں ضرورت نہ بھی ہو۔ کیونکہ جو لفظ ان کی زبان سے نکلتا ہے قاعدے کے سانچے میں ڈھل کر نکلتا ہے لیکن اہلِ پنجاب کے لئے سخت ضرورت ہے کہ فنِ قواعد میں ایسی کتاب تصنیف کی جائے جو ان کو صحیح اُردو بولنی سکھائے۔

اہلِ پنجاب میں جہاں اور باتوں کی اُپج ہے۔ طبقہ رجال میں شاذ و نادر ہی کوئی متنفس ہوگا جو اردو نہیں بولتا ہوگا۔ مگر عوام کی اُردو سُن کر اسقدر افسوس آتا ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔

پنجاب میں اُردو دو طرح کی بولی جاتی ہے۔ ایک تو تین حصے پنجابی ایک حصہ ہندوستانی اور اگر خدانخواستہ اس طرح کی اردو کی کہیں بنیاد قائم ہو گئی تو ایک دن ایک نئی زبان پیدا ہو کر رہے گی جس کو نہ پنجابی کہہ سکیں گے نہ ہندوستانی اور اگر کچھ کہہ سکیں گے تو پنجابی ہندوستانی۔ یہ اُردو جہلا اور نہایت کم استعداد شخصوں کی اُردو ہے۔ اس طرح کی اُردو بولنے والے نہ صرف اُردو کا ستیاناس کر رہے ہیں بلکہ پنجابی زبان کو بھی خراب کر رہے ہیں۔

اللہ اللہ ایک وہ لوگ تھے۔ کہ زبانِ اُردو کی یہاں تک نگہداشت کرتے تھے کہ غیر فصیح کلام کا سُننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ تذکرۂ آبحیات میں افصح الفصحا

میر محمد تقی میر کے حال میں لکھا ہے کہ جب (دلّی چھوڑ کر) لکھنؤ چلے تو ساری گاڑی کا کرایہ بھی پاس نہیں تھا۔ ناچار ایک شخص کے ساتھ شریک ہو گئے اور دلّی کو خدا حافظ کہا۔ تھوڑی دور آگے چل کر اس شخص نے کچھ بات کی۔ یہ اس کی طرف منہ پھیر کر ہو بیٹھے کچھ دیر کے بعد اس نے پھر بات کی۔ میر صاحب چیں بہ جبیں ہو کر بولے کہ صاحب قبلہ آپ نے کرایہ دیا ہے۔ بے شک گاڑی میں بیٹھئے۔ مگر باتوں سے کیا تعلق؟ اس نے کہا حضرت کیا مضائقہ ہے۔ راہ کا شغل ہے۔ باتوں میں ذرا جی بہلتا ہے۔ میر صاحب بگڑ کر بولے کہ "خیر آپ کا شغل ہے۔ میری زبان خراب ہوتی ہے"۔ ایک وہ لوگ تھے کہ صحت و فصاحت زبان کو اس قدر ملحوظ رکھتے تھے۔ اور غیر فصیح الفاظ کے سننے تک احتراز کرتے تھے کہ غیر فصیح الفاظ سُننے نہیں اور زبان بگڑی نہیں اور اب بھی ہندوستان کے فصحا و بلغا زبانِ اُردو کی ترقی و توسیع اور اس کی صفائی و شستگی میں تا بمقدور کوشش کر رہے ہیں۔ اور جس قدر احسان ان باکمالوں نے زبان اُردو پر کئے ہیں اور کر رہے ہیں وہ ان کے ادائے شکر سے ہمیشہ قاصر رہے گی۔ اور ایک وہ لوگ ہیں کہ اس کو پیٹ بھر کر لنگاڑ رہے ہیں اور اس کی ایسی مٹی خراب کر رہے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ ع

ببیں تفاوتِ راہ است تا بہ کجا

دوسری اُردو پڑھے لکھے لوگوں کی اُردو ہے اور یہی وہ اُردو ہے جس کو اُردو کہا جا سکتا ہے مگر یہ بھی قواعد کی غلطیوں سے خالی نہیں ہوتی۔ کچھ شک نہیں کہ بعض پنجابی اُردو میں نہایت خوبی اور قابلیت سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ مگر کہیں کہیں قواعد کی ایسی مکروہ غلطیاں کر جاتے ہیں کہ تعجب آتا ہے۔ ہم اُردو زبان کی واقفیتِ تامہ سے قطع نظر کرتے ہیں۔ کیونکہ کوئی شخص جب تک دلّی کا روڑا نہ ہو جائے یا لکھنؤ میں عمر کا ایک بڑا حصّہ

صرف نہ کرے۔ زبانِ اُردو سے پوری آگہی حاصل کر ہی نہیں سکتا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ زبانِ غیر میں کمال حاصل کر کے بھی بعض اوقات السان قواعد میں نہیں تو محاورہ روز مرّہ میں غلطی کھا ہی جاتا ہے۔ صاحب قاموس جیسے اطفای السراج کی جگہ اقتلی السراج بول اُٹھے اور کسی کا کیا مُنہ ہے کہ دوسری زبان کے صحیح محاورات کے استعمال سے عہدہ برآ ہو سکے یا عہدہ برا ہونے کا دعوےٰ کرے[1]۔

پس اگر باشندگانِ پنجاب کو زبانِ اُردو سے کامل واقفیت نہ ہو کہ وہ نا ممکن ہے تو معمولی گفتگو صحیح تو ہونی چاہیئے۔

---

[1] صاحب قاموس کی حکایت اس طرح پر ہے کہ علامہ مجدالدین یعنی جامع قاموس نسباً عجمی تھے بچپن میں زبان عربی کی تکمیل کا شوق دل میں پیدا ہوا تو جہاں تک عجم میں ممکن تھا حاصل کیا پھر عرب چلے گئے۔ اور وہاں اس دھن میں خدا جانے کہاں کہاں اور کتنی مدت خاک چھانتے پھرے جب زبان عربی میں کمال حاصل کر لیا تو لغت عربی میں قاموس بنا لی۔ قاموس کے معنی دریائے عظیم کے ہیں۔ یہ کتاب حقیقت میں اسم بامسمیٰ ہے۔ جو شخص عربی میں ایسی دستگاہ عالی حاصل کر لے اس کے عجمی اور عربی ہونے میں تمیز کیونکر ہو۔ عرب میں ایک عربی عورت سے نکاح کر لیا اس کو ان کا عجمی ہونا معلوم نہ تھا۔ رات کے وقت گھر کی خادمہ سے کہنے لگے کہ چراغ گل کر دے۔ عربی محاورے کے مطابق کہنا چاہیئے تھا۔ اطفئی السراج۔ مگر چونکہ فارسی کا محاورہ ذہن میں بیٹھا ہوا اور زبان پر چڑھا ہوا تھا بے ساختہ زبان سے اقتلی السراج نکل گیا۔ فارسی میں کہتے ہیں چراغ بکش (چراغ گل کر دے) اور کچھ شک نہیں کہ کشتن کا لفظی ترجمہ قتل ہے مگر قتل اور اطفا میں تو زمین آسمان کا فرق ہے۔ کہاں (اطفا) بجھانا اور گل کرنا۔ کہاں (قتل) مار ڈالنا۔ بی بی نے یہ نئی قسم کا محاورہ سُنا تو متعجب ہوئی اور سمجھ گئی ہو نہ ہو یہ میاں عجمی ہیں۔ صبح اُٹھ کچہری جا نالش کر دی اور عربی کے بے نظیر زبان دان کی زباں دانی کا بے ڈھب پردہ فاش ہوا۔

جن لوگوں نے مدارسِ سرکاری میں تعلیم پائی ہے۔ اور جو تعلیم پاتے ہیں ضرور تھا کہ وہ صحیح اُردو بولتے مگر مڈل اور انٹرنس والوں کا تو مذکور ہی کیا ہے۔ بی اے اور ایم اے کی تقریریں اور تحریریں سُنی اور دیکھی جاتی ہیں۔ تو کلام قواعد کی غلطیوں سے خالی نہیں ہوتا اور ہو تو کیونکر ہو؟ ان کو قواعد سے واقفیت ہی نہیں اور قواعد کی کوئی ایسی کتاب مرتب ہوئی نہیں۔ جس کے پڑھنے سے پنجاب کے لوگ صحیح اُردو بولنے پر قادر ہو سکیں۔ اہلِ پنجاب کی غلط اُردو کی دو چار مثالیں سُنو۔ پنجاب میں کہتے ہیں۔ "میں روٹی کھانی ہے" "میں سبق پڑھنا ہے" "میں اوتھے جانا ہے" علیٰ ہذا القیاس۔ اکثر پنجابی جب ایسے فقرات اُردو میں بولنا چاہتے ہیں۔ تو یوں کہتے ہیں۔ "میں نے روٹی کھانی ہے" "میں نے سبق پڑھنا ہے" "میں تے وہاں جانا ہے" کسی نے زیادہ فصاحت سے کام لیا۔ تو تیسرے فقرے میں بھی میں نے علامت فاعل زیادہ کرکے میں نے کہدیا۔ مگر میں ہو تو اور میں نے ہو تو دونوں صورتوں میں تینوں فقرے غلط ہیں۔

اہلِ اُردو حرفِ نفی (نہ) کے ساتھ لفظ ہی (بکسرہائے ہوز) کبھی جمع نہیں کرتے۔ ممکن نہیں کہ کسی اہلِ زبان کے منہ سے جو الف کے نام (ب) نہیں جانتا نہ ہی کا لفظ نکلے۔ ناواقف پنجابی کہتے ہیں۔ "نہ زید آیا نہ ہی عمرو"۔

ناممکن ہے کہ اہلِ زبان حرفِ عطف (اور) صفاتِ عددی کے ساتھ بیانی کا کاف ملائیں "اور کہ" "اور اوّل کہ" "اور دوسرے کہ" کہیں مگر پنجاب میں اکثر انگریزی خواں یہ الفاظ اسی طرح بولتے اور لکھتے ہیں۔ غرض اس قسم کی بہت سی قبیح غلطیاں ہیں جو لوگ کرتے ہیں۔

سلہ۔ مجہول وہاں۔ پنجاب میں تے ہے۔ کو "لے" کہتے ہیں۔

چونکہ پنجاب میں تعلیمِ نسواں کا بھی رواج ہوتا جاتا ہے اس لئے عجب نہیں کہ مستورات نے بھی اُردو بولنا اختیار کیا ہو۔ لیکن ہم کو معلوم نہیں کہ وہ کیسی اُردو بولتی ہونگی۔ قیاس کریں تو کہہ سکتے ہیں۔ کہ اُن کی اُردو مردوں سے بھی بدتر ہوتی ہوگی۔

اس میں شک نہیں کہ جو شخص ذہنِ سلیم اور طبعِ مستقیم رکھتا ہے۔ اُردو کی تصنیفات سے جن کا بہت سا ذخیرہ فراہم ہوچکا ہے۔ قواعدِ صرف و نحو مستنبط کر سکتا اور صحیح اُردو بول سکتا ہے۔ مگر ہر شخص کو یہ سودا کب ہوسکتا ہے کہ معانی و مطالب کے سوا الفاظ و عبارت کو بھی غور سے دیکھے اور اُن سے صرف و نحو کے مسائل مستنبط کرے۔

المختصر جب کہ پنجاب میں اُردو زبان کا مذاق پیدا ہوگیا اور روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے۔ اور جب کہ لوگ عموماً اُردو بولنے لگے ہیں اور جب کہ کثیر التعداد اخبار اور رسالے اُردو میں شائع ہورہے ہیں اور جبکہ بے شمار کتابیں اُردو میں تصنیف و تالیف ہوچکی اور ہورہی ہیں اور جبکہ اُردو کی کتابیں مدارس میں داخلِ تعلیم ہیں۔ تو اہلِ پنجاب کے لئے ایک ایسی کتاب کی جو ان کو صحیح اُردو بولنی سکھلائے۔ نہایت ضرورت ہے۔ مگر ایسی کتاب تصنیف کرے کون؟ ظاہر ہے کہ یہ کام ہے اِن بزرگانِ اہلِ زبان کا جو قلمروِ اُردو کے بادشاہ ہیں۔ مگر اُن کو اور مشاغل ہی سے کہاں فرصت ہے۔ کہ قواعد کے جمع کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ قواعد میں اب تک کوئی کتاب مطلقاً تصنیف ہی نہیں ہوئی۔ یا پنجاب میں کوئی کتاب متداول ہی نہیں جہاں تک ہم کو معلوم ہے پنجاب کے سرکاری مدارس میں ایک پچاس ساٹھ صفحے کا بہت چھوٹا سا رسالہ جس کا نام "قواعدِ اُردو" ہے۔ داخلِ درس ہے۔ مگر قطع نظر اس کے کہ وہ بہت ناقص ہے اس کے مسائل بھی غلط ہیں۔ اس کے ناقص ہونے کی تو یہی کافی دلیل ہے۔ کہ جس قسم کے غلط فقرات ہم نے تمثیلاً اوپر ذکر کئے ہیں۔ وہ ان کی تعلیم نے

خاموش ہیں۔ کتاب مذکورالصدر اتنا تو بتا نہیں سکتی کہ کہا ہو۔ اور سنا ہو کس قسم
کے فعل ہیں۔ پس جبکہ کوئی اس کتاب سے اتنی بات معلوم نہیں کر سکتا تو ظاہر ہے کہ وہ
کسی طرح مفید نہیں ہو سکتی۔ مسائل کی غلطیاں ایسی حیرت انگیز ہیں کہ کیا کہا جائے۔ مثلاً
اُردو میں امر کے بارہ صیغے بیان کئے ہیں۔ حالانکہ یہ صیغے آٹھ سے کسی صورت سے زیادہ
نہیں ہو سکتے اور ان میں چار بھی کسی قدر تکلف کے ساتھ۔ مفعول پانچ قسم کے لکھے ہیں
اور اس کے سوا اور بہت سی باتیں ہیں۔

چونکہ میں کسی اعلیٰ درجے کے اہلِ زبان کو اس طرف متوجہ ہوتے نہیں دیکھتا تھا۔
اور ترتیب قواعد کی ضرورت معلوم ہوتی تھی۔ اس لئے خیال کرتا تھا کہ اگر ضروری قواعد جن
کا جاننا اہلِ پنجاب کو نہایت ضروری ہے۔ جمع کر دئے جائیں۔ تو اُن سے طلاب اور
شائقین اُردو کو صحیح اُردو جاننے اور بولنے میں بہت مدد ملے گی۔ پس اس کتاب میں جو کچھ
میں نے کیا ہے وہ یہی ہے۔

اشعار و ابیات جن سے اس رسالے میں جا بجا استشہاد کیا گیا ہے۔ اُن کے پڑھنے
سے معلوم ہوگا کہ میں نے ان کے انتخاب کرنے میں کس قدر احتیاط کی ہے۔ کوئی شعر ایسا نہیں
لکھا جس میں شاعر نے خلاف تہذیب مضمون باندھا اور ناپاک خیال ظاہر کیا ہو۔ جتنے
شعر اس کتاب میں لکھے گئے ہیں سب باستثنائے مبالغہ ان عیوب سے پاک ہیں جن کے
سبب سے ایشیائی شاعری بدنام ہو رہی ہے۔ اشعار کے لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ
کتاب اُردو کے گلہائے رنگا رنگ کا ایک خوشنما گلدستہ نہیں بلکہ ایک دلکش گلشن بے خار ہے

ایک نئی بات میں نے یہ کی ہے کہ جس طرح تمام زبانوں کے قواعد کی کتابیں روکھی پھیکی
اور سیٹھی ہوتی ہیں۔ اس کتاب کو بے لطف نہیں رکھا بلکہ مناسب مقام کہیں کہیں حکایات
شیریں اور لطائف و ظرائف نمکین سے لذیذ کر دیا ہے۔

فتح محمد خاں

اصطلاحات

حروفِ تہجی

انسان کی زبان سے جو مختلف آوازیں نکلتی ہیں۔ ان کو عام طور پر لفظ[1] کہتے ہیں حالانکہ ان کو ملفوظ کہنا چاہیئے۔ زبان و دہن کی حرکتوں سے جو فرق پیدا ہوتے ہیں وہ حرف کہلاتے ہیں۔ لفظ اور حرف زبان سے ادا کئے جائیں تو انہیں تقریر کہتے ہیں۔ لکھ کر ظاہر کئے جائیں تو تحریر۔ حروف ہجا یا حروف تہجی۔ وہ علامتیں اور سہارے ہیں جو ہر زبان والوں نے اپنی ضرورت کے مطابق اپنے مدعا کو تحریر کے ذریعے محفوظ رکھنے کے لئے مقرر کر رکھے ہیں۔ اردو کے حروف تہجی باون (۵۲) ہیں۔ ان میں سے سینتیس (۳۷) اکہری آواز کے ہیں۔

ا ب پ ت ٹ ث ج چ ح خ د ڈ ذ ر ڑ ز ژ س ش ص ض
ط ظ ع غ ف ق ک گ ل م ن و ہ ء ی ے

باقی پندرہ کی آوازیں ملی ہوئی ہیں:-

بھ پھ تھ ٹھ جھ چھ دھ ڈھ رھ ڑھ کھ گھ لھ مھ نھ

اردو زیادہ تر ہندی عربی اور فارسی لفظوں سے مرکب ہے اس لئے اس کے حروف تہجی انہیں تین زبانوں سے لئے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو

---

[1] لفظ کے لغوی معنے کسی چیز کے پھینک دینے یا نکال ڈالنے کے ہیں [2] صاحب تصنیف نے اس کو شمار نہیں کیا [3] ان میں سے رھ ڑھ۔ زھ۔ مھ اور نھ بہت کم مستعمل ہیں چند الفاظ دیکھیئے:- بارھواں تیرھواں۔ بڑھ۔ پڑھنا۔ چولہا۔ کولہو۔ تمہیں۔ تمہارا۔ ننھا۔ انھیں۔

ہندی میں آتے ہیں۔ عربی اور فارسی میں نہیں آتے۔ بعض عربی اور فارسی میں آتے ہیں لیکن ہندی میں نہیں آتے۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو ان تینوں زبانوں میں مشترک ہیں ان سب کی تفصیل یہ ہے۔

ملی ہوئی آوازوں والے پندرہ حروف اور ٹ۔ ڈ۔ ڑ خاص ہندی کے حروف ہیں۔ یعنی یہ عربی اور فارسی میں نہیں آتے۔ ان میں سے ڑ۔ ڑھ۔ رھ۔ لھ۔ مھ نھ کسی لفظ کے شروع میں نہیں آتے۔

عربی کے خاص حروف نو ہیں:۔

ث۔ ح۔ ذ۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔ ع۔ ق

ان کو تازی حروف بھی کہتے ہیں۔ اور یہ ہندی اور فارسی[1] لفظوں میں نہیں آتے۔ فارسی کا خاص حرف ژ ہے جو ہندی اور عربی میں نہیں آتا۔

پ۔ چ اور گ ہندی اور فارسی میں مشترک ہیں۔ عربی میں نہیں آتے

ز۔ خ اور غ عربی اور فارسی میں مشترک ہیں۔ ہندی میں نہیں آتے۔ باقی حروف تینوں زبانوں میں مشترک ہیں۔

شمسی اور قمری حروف

بعض عربی الفاظ میں الف اور لام اکٹھے آئیں تو لام پڑھا جاتا ہے۔ اور بعض

---

[1] ۔ بعض خالص فارسی الفاظ غلطی سے عربی کے خاص حروف سے لکھے جاتے ہیں مثلاً گنبد۔ گذشتہ۔ پذیر۔ شد۔ شصت۔ طپش۔ طشت۔ چاقو وغیرہ ان کی صحیح شکلیں یہ ہیں گنبد۔ گزشتہ پزیر۔ سد۔ شست۔ تپش۔ تشت۔ چاکو۔ نوٹ:۔ لفظ خانقاہ مرکب ہے خان اور قاہ سے خان بمعنی گھر اور قاہ بمعنی عبادت یہ ترکی مرکب ہے اور اسکے اصلی معنی عبادت گاہ ہی تھے لیکن اب زیادہ تر مقبرہ کے معنی لئے جاتے ہیں۔

میں نہیں پڑھا جاتا۔ اصول اس کا یہ ہے کہ (۱) جن الفاظ میں الف اور لام کے بعد ذیل کے حروف میں سے کوئی حرف آجائے۔ ان میں لام پڑھا جائیگا۔

ا ب ج ح خ ع غ ف ق ک م و ہ ی

یہ چودہ حرف قمری کہلاتے ہیں۔ اس لئے کہ "القمر" کہنے میں لام پڑھا جاتا ہے اور (۲) جن الفاظ میں الف اور لام کے بعد مندرجہ ذیل میں سے کوئی حرف آجائے ان میں لام نہیں پڑھا جائیگا اور وہ حرف دوہرا (یعنی مشدّد) بولا جائے گا۔

ت ث د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن

یہ چودہ حرف شمسی کہلاتے ہیں۔ اس لئے کہ "الشمس" کہنے میں لام نہیں پڑھا جاتا ہے۔

قمری حروف والے الفاظ کی مثالیں

ا ۔ اَلْاٰنَ۔ سریع الاثر۔ بِ اَلْبِر۔ دارُالبقاء۔ **ج** اَلْجلیل۔ مجمع الجزائر۔ **ح** الحفیظ عبدُالحکیم۔ **خ** اَلْخالق۔ علیم الخبیر۔ **ع**۔ العزیز۔ شمس العلماء۔ **غ**۔ اَلغنی۔ عالمُ الغیب **ف** اَلفتاح۔ فی الفور۔ **ق** اَلقیوم۔ علیٰ ہذا القیاس۔ **ک** اَلکریم۔ بحرُ الکاہل۔ **م** اَلمومن۔ ضربُ المثل۔ **و** اَلوہاب۔ ابنُ الوقت۔ **ہ**۔ اَلہادی۔ بُوالہوس **ی**۔ اَلیقین۔ مُلکُ الیمن۔

نوٹ :۔ مرکب ہوجانے کی صورت میں لام سے پہلے کا الف نہیں پڑھا جاتا۔ بلکہ اس سے پہلا حرف لام سے مل جاتا ہے۔

شمسی حروف والے الفاظ کی مثالیں

ت۔ التواب۔ واجبُ التعظیم **ث** الثابت۔ تحت الثریٰ۔ **د** الدّلیل۔ نورُ الدّین۔

ذ۔ الذکر۔ طویل الذیل۔ ر۔ الرحمن۔ اہل الرائے۔ ز۔ الزاہد۔ شمس الزمان۔ س السلام علیکم۔ دارالسلطنت۔ ش۔ الشہید۔ دارالشفا۔ ص۔ الصبور علی الصباح ض۔ الضار۔ مافی الضمیر۔ ط۔ الطاہر۔ عندالطلب۔ ظ۔ الظاہر۔ صلوٰۃ الظہر ل۔ اللطیف۔ متفق اللفظ۔ ن۔ النور۔ توبۃ النصوح۔

نوٹ:۔ (۱) مرکب ہو جانے کی صورت میں لام سے پہلے کا الف بھی نہیں پڑھا جاتا بلکہ اس سے پہلا حرف شمسی حرف سے مل جاتا ہے۔

(۲) عربی کے کل حروف انتیس ہیں۔ لیکن چونکہ ہمزہ اور الف کو ایک ہی شمار کیا جاتا ہے اس لئے یہاں ہمزہ کا ذکر الگ نہیں کیا گیا۔

حروفِ علّت اور حروفِ صحیح

ا۔ و۔ ی۔ حروفِ علت کہلاتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ بعض اوقات یہ آواز بالکل نہیں دیتے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آواز دیتے ضرور ہیں لیکن بہت خفیف سی۔ ان تینوں کے علاوہ باقی سب حروف صحیح کہلاتے ہیں۔ یہ تینوں بھی کبھی کبھی حروفِ صحیح بن جاتے ہیں۔ مثلاً الف جب لفظ کے شروع میں آتا ہے۔ ہمیشہ حرف صحیح ہوتا ہے یعنی پوری آواز دیتا ہے۔ واؤ جب لفظ کے شروع میں آتی ہے تو ہمیشہ اور بیچ میں آکر کبھی کبھی حرفِ صحیح بن جاتی ہے جیسے "وقت" اور "ہوا" یہی حالت ی کی ہے۔ جیسے "یرقان" اور "میسر" ہیں۔

بعض حروف کے امتیازی نام

بہت سے حرف ایسے ہیں جن کی صورت ایک دوسرے سے مشابہ ہے اور ان کا باہمی فرق صرف نقطوں سے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ ایسے حروف کو بعض

اہلِ قواعد حروفِ متشابہ کہتے ہیں۔ چونکہ لکھنے والے عام طور پر نقطے دینے میں بے پروائی کیا کرتے ہیں۔ اور تحریرِ الفاظ یعنی ترکیبِ حروف کی صورت بالکل بدل جاتی ہے اور ایسے حروف سے متشابہ ہو جاتی ہے جن سے مفرد ہونے کی حالت میں بالکل مختلف ہوتی ہے (جیسے محبّت اور محنت۔ بُرا اور بَرا) اس لئے بوقت ضرورت امتیازِ الفاظ اور رفعِ التباس کی غرض سے نقطوں کا شمار اور اُن کا موقع بھی ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ بھی بتانا پڑتا ہے کہ حرف نقطہ دار ہے یا بے نقطہ۔ نقطہ دار حرف کو معجم یا منقوط کہتے ہیں۔ اور بے نقطہ کو مہمل یا غیر منقوط۔

اب ان کے اصطلاحی ناموں کی تفصیل دیکھئے۔

ب۔ بائے موحدہ (ایک نقطہ والی ب) پ۔ بائے فارسی۔

ت۔ تائے قرشت یا تائے مثناۃ فوقانیہ (اوپر دو نقطے رکھنے والی ت)

ٹ۔ تائے ہندی — ژ۔ ژائے فارسی۔

ث۔ ثائے مثلثہ — س ش ص ض ط ظ

ج۔ جیم عربی یا تازی — ع غ

چ۔ جیم فارسی — (مہملہ یا منقوط کہہ کر باہم فرق کیا جاتا ہے)

ح۔ حائے حطّی یا حائے مہملہ

خ۔ خائے معجمہ — ک۔ کافِ عربی

د۔ دال مہملہ — گ۔ کاف فارسی

ڈ۔ دال ہندی — ہ۔ ہائے ہوز

ذ۔ ذال معجمہ — ی۔ یائے مثناۃ تحتانیہ

ر۔ رائے مہملہ — (یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ جب کبھی بیچ میں آتی ہے اس کے نیچے دو نقطے ہوتے ہیں)

ڑ۔ رائے ہندی

ز۔ زائے معجمہ — حروف ب۔ ا۔ ت۔ ق۔ ل۔ م۔ ن۔ و۔ ہ۔ ی اور ع میں چونکہ مشابہ التباس نہیں اس لئے ان کے امتیازی نام رکھے گئے۔

اعراب یا حرکات و سکنات
اور
دیگر ضروری اصطلاحات

جس آواز کے سہارے سے حرف ادا کئے جاتے اور ایک دوسرے سے ملائے جاتے ہیں اس کو **حرکت** کہتے ہیں۔ اور حرکت والے حرف کو **متحرک**۔ اسکی تین قسمیں ہیں:۔

(۱) **زبر** (َ) یہ نشان حرف کے اوپر بنایا جاتا ہے۔ عربی میں اس کو فتح یا **فتحہ** کہتے ہیں۔ اور جس حرف پر یہ حرکت ہو۔ اسے **مفتوح**۔ مثلاً خبر میں خ اور ب دونوں مفتوح ہیں۔

اگر زبر کی آواز بڑھا کر ظاہر کرنی مقصود ہو تو اسکی شکل (ا) ہو جاتی ہے اسکو عربی میں فتح اشباعی اور اردو میں کھڑی زبر کہتے ہیں۔ جیسے اسمٰعیل میں۔

(۲) **زیر** (ِ) یہ وہی نشان ہے لیکن حرف کے نیچے بنایا جاتا ہے عربی میں اس کو کسر یا **کسرہ** کہتے ہیں اور جس حرف کے نیچے یہ حرکت ہو اسے **مکسور**۔ مثلاً کریم میں ر مکسور ہے۔

اگر زیر کی آواز بڑھا کر ظاہر کرنی مقصود ہو۔ تو اس کی شکل (ا) ہو جاتی ہے اس کو عربی میں **کسر اشباعی** اردو میں پڑی زیر کہتے ہیں۔ جیسے بجنسہٖ میں۔

(۳) **پیش** (ُ) یہ نشان حرف کے اوپر بنایا جاتا ہے۔ عربی میں اسکو ضم یا **ضمہ** کہتے ہیں۔ اور جس حرف پر یہ حرکت ہو اسے **مضموم**۔ مثلاً خدا میں خ مضموم ہے
اگر پیش کی آواز بڑھا کر ظاہر کرنی مقصود ہو۔ تو اس کی شکل (ا) ہو جاتی ہے اسکو

عربی میں ضمہ اشباعی اور اُردو میں اُلٹا پیش کہتے ہیں جیسے اقبالہٗ میں۔

جب کسی حرف کے بعد کوئی غیر متحرک حرف آجائے تو اسے عام طور پر **ساکن** کہتے ہیں۔ اور اس پر علامت (ْ) لگائی جاتی ہے۔ یہ علامت سکون یا **جزم** کہلاتی ہے۔ مثلاً خطْ میں ط ساکن ہے۔ بالعموم ساکن حرف کو خالی چھوڑ دیا جاتا ہے۔

نوٹ:۔ عربی میں کسی لفظ کا پہلا حرف غیر متحرک نہیں ہوتا۔ البتہ فارسی اور اُردو میں کبھی کبھی پہلا حرف غیر متحرک بھی ہوتا ہے۔ لیکن اسے ساکن نہیں کہتے بلکہ وہ متحرک کا قائم مقام سمجھا جاتا ہے مثلاً دو، سو۔ لے۔ دے وغیرہ میں۔

ایک حرف ساکن کے بعد دوسرا ساکن آجائے تو اسے موقوف کہتے ہیں اور اس عمل کو وقف مثلاً وزْنْ میں ن موقوف ہے۔

نوٹ:۔ اُردو میں بعض دفعہ تین ساکن حرف بھی آجاتے ہیں۔ مثلاً دوست۔ پوست گوشت۔ جاپخ۔ پانچ۔ سانچ۔ اینٹ چھینٹ وغیرہ میں۔ ایسی صورت میں دوسرے اور تیسرے ساکن کو موقوف ہی کہتے ہیں۔

زبر۔ زیر اور پیش کے علاوہ مندرجہ ذیل تین اور حرکتیں بھی اُردو میں استعمال ہوتی ہیں۔

(۱) **مد** (~) یہ الف پر آتی ہے اور اس کے ذریعے الف کو کھینچ کر پڑھا جاتا ہے حقیقت میں یہ الف ہی کی دوسری شکل ہے۔ جس الف پر مد آئے اسے **ممدود** کہتے ہیں۔ مثلاً آم۔ آئے۔ آباد میں۔

(۲) **تشدید** (ّ) یہ ہمیشہ متحرک حرف پر آتی ہے۔ اس سے حرف کی آواز دوہری ہو جاتی ہے۔ یعنی پہلے وہ ساکن پڑھا جاتا ہے۔ پھر متحرک جس حرف پر تشدید ہو۔ اسے **مشدّد** کہتے ہیں۔ مثلاً ابّا میں ب مشدد ہے۔

(۳) **تنوین**۔ دو زبر۔ دو زیر اور دو پیش (ً ٍ ٌ) کو کہتے ہیں۔

تنوین والا حرف منوّن کہلاتا ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ "نون پیدا کرنا" اور حقیقت میں اس کے آنے سے لفظ کی آواز میں ایک نون ساکن کا اضافہ ہو جاتا ہے۔
عام طور پر دو زبر لگانے کے لئے لفظ کے آخر میں ایک الف بڑھانا پڑتا ہے۔ لیکن یہ آواز نہیں دیتا۔ جیسے فور سے فوراً (فورَنْ) عمل سے عملاً (عملَنْ) یقین سے یقیناً (یقینَنْ) مگر جن لفظوں کے آخر میں ہائے ہوز آتی ہے ان میں الف نہیں بڑھایا جاتا۔ بلکہ دو نقطوں کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً تذکرہ سے تذکرۃً (تذکرتَنْ) تجربہ سے تجربۃً (تجربتَنْ) دفعہ سے دفعتہً (دفعتَنْ)

نوٹ:۔ (۱) اردو میں دو زبر اور دو پیش والے الفاظ شاذ و نادر ہی آتے ہیں۔ (دو زبر کی مثال: نسلاً بعد نسلٍ، دو پیش کی مثال: مشارٌ الیہ)
(۲) عربی کے سوا کسی دوسری زبان کے الفاظ منوّن نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ فارسی کے بعض الفاظ کو منوّن بولتے اور لکھتے ہیں (مثلاً انداز سے اندازاً۔ رسید سے رسیداً) وہ غلطی پر ہیں۔
(۳) بعض الفاظ جن کے آخر میں الف بڑھا کر تنوین لگاتے ہیں۔ اردو میں منوّن نہیں بولے جاتے۔ بلکہ بجائے تنوین کے الف اپنی آواز دیتا ہے۔ جیسے ظاہرا اور دائما کہ اصل میں ظاہراً اور دائماً ہیں۔
پیشتر حروف کے اصطلاحی ناموں کا ذکر پہلے آ چکا ہے مزید اصطلاحات حسبِ ذیل ہیں۔

(۱)

(۱) الف مقصورہ جو الف ممدود کے برعکس کھینچ کر نہ پڑھا جائے۔ جیسے۔ اگر۔ ادب۔ اشرف میں
(۲) نون غنّہ وہ غیر متحرک نون جو ناک میں آواز دے یعنی کھل کر نہ بولے۔ اس کی دو شکلیں ہیں۔ اوّل جب یہ لفظ کے آخر میں آتا ہے۔ تو اس میں نقطہ نہیں لگایا جاتا۔

جیسے ہوں۔ ہاں۔ نعوں غاں میں۔ **دوم**۔ جب یہ دوسرے حروف کے ساتھ پیوست ہو کر بیچ میں آتا ہے تو اس پر اُلٹا جزم (ٮ) لگا دیتے ہیں جیسے اَندرا ور گنگنا میں۔
نوٹ:۔ بعض اوقات ب اور پ سے پہلے نون غنہ آئے تو اس کی آواز م کی سی نکلتی ہے جیسے منبر۔ عنبر۔ چنبیا میں۔

(۳) **واؤ معروف**۔ جس سے پہلے پیش ہو اور خوب کھل کر آواز دے۔ جیسے دُور۔ نُور۔ صُورت میں۔

(۴) **واؤ مجہول**:۔ ایسا ساکن واؤ جس سے پہلے بھی کوئی حرکت نہ ہو۔ جیسے ہوش۔ روز۔ لوٹ پوٹ میں۔

(۵) **واؤ معدول**۔ جو لکھنے میں آتا ہے لیکن آواز اوّل تو بالکل نہیں دیتا جیسے خُود۔ خُوش۔ خوِیش۔ خوِراک میں۔ اور اگر دیتا ہے تو بہت خفیف سی۔ جیسے۔ خواب۔ خواجہ۔ خواہر۔ درخواست۔ دسترخوان۔ خوارزم میں۔ عام طور پر مبتدیوں کو سمجھانے کے لئے واؤ معدول کے نیچے ایک متوازی لکیر لگا دیتے ہیں۔

(۶) **ہائے ملفوظی یا اصلی**۔ جو خوب کھل کر آواز دے۔ جیسے آہ۔ واہ۔ موہ۔ ٹوہ سیرگاہ میں۔

(۷) **ہائے مختفی**۔ جو کھل کر آواز نہ دے۔ جیسے ہفتہ۔ روزہ۔ سایہ میں۔

(۸) **ہائے مخلوط**:۔ اسے ہائے دوچشمی (ھ) بھی کہتے ہیں اور یہ ان پندرہ حروف سے مل کر آواز دیتی ہے۔ جن کا ذکر حروف تہجی میں آچکا ہے۔

(۹) **یائے معروف**۔ جو خوب کُھل کر آواز دے۔ یہ ہمیشہ زیر کے بعد آتی ہے۔ جیسے امیر۔ فقیر۔ عجیب وغریب میں۔

(۱۰) **یائے مجہول**۔ جو کھل کر آواز نہ دے۔ اس سے پہلے ہمیشہ غیر متحرک حرف آتا ہے جیسے شیر۔ ببر۔ دلیر میں۔

(۱۱) **یائے مخلوط** ۔ یہ صرف ہندی الفاظ میں آتی ہے۔ اگر اس سے اگلا حرف الف ہو۔ تو اس سے پچھلے حرف کی آواز زبر اور زیر سے ملتی ہوئی نکلتی ہے جیسے۔ کیا۔ پیار پیاز۔ پیاس میں۔ اور اگر اگلا حرف واؤ ہو تو اس سے پہلے حرف کی آواز زیر اور پیش سے ملتی ہوئی نکلتی ہے جیسے کیوں میں۔

مندرجہ ذیل اصطلاحات بہت اہم ہیں۔

(۱) **حذف** ۔ لفظ میں سے کسی حرف یا عبارت میں سے کسی لفظ کے گرا دینے کو کہتے ہیں۔ جو حرف یا لفظ گرا یا جائے اسے محذوف کہتے ہیں۔ جیسے "شاد باش" سے "د" کو گرا کر "شاباش" بنا لیا گیا ہے۔

(۲) **ترخیم** ۔ لفظ کے آخری حرف کو حذف کر دینا۔ ترخیم کے بعد لفظ کی جو شکل رہ جاتی ہے۔ اسے مرخم کہتے ہیں۔ جیسے جزو سے جز۔

(۳) **تخفیف** ۔ کسی لفظ میں سے کسی حرف کو ہلکا یا کم کرنا۔ تخفیف کے بعد لفظ کی جو شکل رہ جاتی ہے۔ اسے مخفف کہتے ہیں۔ جیسے نظّارہ سے نظارہ۔ دیوانہ سے دوانہ

نوٹ :۔ حذف اور تخفیف میں یہ فرق ہے۔ کہ تخفیف صرف ضرورت شعری کی بنا پر عمل میں لائی جاتی ہے۔ لیکن حذف کے لئے شعر کی پابندی نہیں۔

(۴) **نقل** ۔ دوسرے حرف کی حرکت پہلے حرف کو دینا۔ جیسے ؎

رخصت اے زندانِ جنوں زنجیرِ در کھڑکائے ہے ۔

مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے ۔

پہلے مصرع میں الف کی زبر ت کو دی گئی ہے۔

نوٹ :۔ نقل صرف نظم کے لئے مخصوص ہے۔

(۵) **تحریک** ۔ ساکن کو متحرک کرنا۔ جیسے طرْح کو طرَح بنا لیا جاتا ہے ؎

پامال ہم نہ ہوتے فقط جورِ چرخ سے آئی ہماری جان پہ آفت کئی طرح

(٦) **تسکین**۔ متحرک کو ساکن کرنا جیسے حَرَکَت کو حرکت اور بَرَکَت کو برکت بنا لیا گیا ہے ؎

وہ بھولے ہوئے ہیں یہ عادت خدا کی — کہ حرکت میں ہوتی ہے برکت خدا کی

(٧) **اشباع**۔ حرکت کو اتنا کھینچنا کہ زبر سے الف۔ زیر سے ی اور پیش سے واؤ پیدا ہو۔ جیسے رستہ سے راستہ، دِوال بند سے دیوال بند۔ ناخن سے ناخون ؎

شمع نازاں نہ ہوا کہ رات بہا آنسو گرم — برسوں یاں آنکھ سے ٹپکا ہے مری لوہو گرم

(٨) **امالہ**۔ الف کو یائے مجہول سے بدل کر پڑھنا جیسے اکھاڑنا سے اکھیڑنا۔

(٩) **ابدال**۔ ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنا۔ جیسے ٹھٹرنا سے ٹھٹرنا۔

(١٠) **زیادت**۔ لفظ میں ایک یا زیادہ حرفوں کا زیادہ کرنا۔ جیسے پرتو سے پرتوہ ؎

غرض انصاف نے جب پرتوہ ڈالا اپنا — رنگ تب معنی اصلی نے نکالا اپنا

(١١) **ادغام**۔ دو ہم جنس یا ہم مخرج حرفوں کو ملا کر پڑھنا۔ جیسے بدتر کو پڑھنے میں بتّر آتا ہے۔

(١٢) **اشتقاق**۔ ایک لفظ سے کئی الفاظ بنا لینا۔ جیسے لکھنا سے لکھا۔ لکھے گا۔ لکھنے والا۔ لکھا گیا۔ یہ سب الفاظ مشتق کہلاتے ہیں۔

نیچے دی ہوئی اصطلاحات بھی ضروری ہیں۔

(١) **ماقبل**۔ وہ حرف جو کسی حرف سے پہلے آئے جیسے دِل میں دَ ماقبل لَ کے ہے

(٢) **مابعد**۔ وہ حرف جو کسی حرف کے بعد آئے جیسے ترس میں رَ مابعد سَ کے ہے۔

(٣) **ملفوظ**۔ وہ حرف جو بولنے میں آئے جیسے اسمٰعیل میں الف کہ لکھنے میں آئے یا نہ آئے لیکن بولنے میں ضرور آتا ہے۔

(٤) **غیر ملفوظ**۔ جو حرف لکھنے میں آئے لیکن بولنے میں نہ آئے جیسے بالکل میں الف۔

(٥) **مقدر**۔ وہ لفظ جو عبارت میں نہ ہو مگر معنی دے جیسے خدا کی قسم۔ یہاں: میں کھاتا ہوں: یہ تینوں لفظ مقدر ہیں۔

(۶) **مترادف** - دو ہم معنی لفظ جیسے سدا اور نت۔

(۷) **مشترک یا مشترک المعنی** - ایک لفظ جس کے دو یا زیادہ معنی ہوں جیسے کڑی بمعنی سخت اور زنجیر کی کڑی۔

(۸) **قیاسی** - وہ لفظ جو مقررۂ قاعدے کے مطابق بنا ہو۔

(۹) **سماعی** - وہ لفظ جو کسی قاعدے کے مطابق نہ بنا ہو صرف اہل زبان کو بولتے سُنا ہو۔

(۱۰) **مقدم** وہ ہے جو پہلے آیا ہو۔ اور **مؤخر** اس کو کہتے ہیں جو بعد میں آئے۔

کسی غیر زبان کے لفظ میں کچھ کمی بیشی یا تغیر و تبدل کر کے اپنا لینا تصرف کہلاتا ہے ہر زبان میں تصرف ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ عرب جب یہ عمل کرتے ہیں تو اُسے تعریب کہتے ہیں۔ اور اس عمل سے جو لفظ بنتا ہے اُسے معرّب جیسے پیل سے فیل۔ اسپانا خ سے اسفاناخ۔ یہی عمل جب فارسی میں ہوتا ہے۔ تو اسے تفریس کہتے ہیں اور تفریس سے جو لفظ بنتا ہے۔ اُسے مفرّس جیسے جھگڑے سے جگر۔ علی ہذا القیاس جب اس عمل سے کسی لفظ کو ہندی میں لے آتے ہیں تو اسے تہنید کہتے ہیں۔ اور اس لفظ کو مہنّد۔ جیسے دُہل سے ڈھول۔ اسی طرح جب کوئی لفظ اُردو کا لباس پہنتا ہے تو اس عمل کو تارید کہتے ہیں۔ اور اس لفظ کو مُورّد۔

تارید کی کئی صورتیں ہیں:۔

(۱) دوسری زبان کے لفظ کی صورت اور سیرت (معنی) دونوں بدل دی جائیں جیسے افراط تفریط۔ عربی میں افراط کے معنی نہایت کثرت کے ہیں اور تفریط کے معنی نہایت کمی کے۔ اُردو میں ان دونوں لفظوں کی نہ صرف صورت بدل کر افراتفری بنا لیا گیا بلکہ معنی بھی بدل دیے گئے۔ مثلاً کہتے ہیں ”عجب افراتفری پڑی ہوئی ہے“ یعنی ہل چل مچی ہوئی ہے۔“

۲- صرف لفظ کو بدلیں جیسے "پلید" سے "پلیت" ؎

ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے
ہمارے عندیے میں تو وہ ہے خبیث پلیت

۳- صرف معنی بدل دیں جیسے "روزگار" کہ فارسی میں زمانے کو کہتے ہیں۔ اُردو میں "روزگار" کے معنی ہیں نوکری۔

"خاطر" عربی میں خیال کو کہتے ہیں۔ لیکن اُردو میں دِل۔ لحاظ اور تواضع کو۔

(۴) حرکات اور معنی بدل دیں جیسے "مشاطہ" کو عربی میں مبالغے کا صیغہ ہے اور "مشط" (بمعنی کنگھی) سے مشتق ہے۔ فارسی میں "مشّاطہ" وہ عورت ہے جو عورتوں کو بناؤ سنگار کرائے یعنی نائن۔ اُردو میں مُشاطہ (بغیر تشدید) بنالیا گیا ہے اور معنی رکھے گئے۔ "وہ عورت جو لڑکے لڑکی کی نسبت کرائے"۔

(۵) جمع سے واحد کے معنی لیں۔ جیسے اصول۔ احوال۔ اشراف۔

(۶) دوسری زبان کے مادّوں سے ایسے صیغے بنالیں جو اس زبان میں مستعمل نہ ہوں۔ جیسے عفو اور عتاب سے معاف اور معتوب۔

نوٹ:۔ تاریخ کی بعض مثالیں حیرت انگیز ہیں۔ "حضرت" کے معنی بڑے مقدس کے ہیں۔ لیکن اُردو والوں نے "حضرت" سے مراد ہی کچھ اور لے لی۔ اسی طرح "صلواۃ" نماز کے لئے تھا لیکن اُردو میں اس کی جمع (صلواتیں) بناکر معنی بالکل اُلٹ دیئے گئے۔ "گنیش" خدا کے ناموں میں سے ایک نام تھا۔ اس پر "گوبر" کا اضافہ کرکے گاؤدی اور احمق کے معنی لئے گئے۔

علمِ صرف

صرف کے لغوی معنی پھیرنے کے ہیں۔ اہلِ قواعد کی اصطلاح میں صرف اس علم کا نام ہے جس میں حروف و حرکات کے تغیر و تبدل سے طرح طرح کے الفاظ

اور معنی پیدا کئے جاتے ہیں۔ جیسے کرنا سے کر۔ کرتے ہیں۔ کرے گی۔ کرنے والا۔ کیا ہوا وغیرہ

لفظ کی تعریف پہلے آ چکی ہے یہ دو طرح کا ہوتا ہے (۱) بامعنی اور (۲) بے معنی۔ بے معنی کو مہمل کہتے ہیں۔ مثلاً روٹی ووٹی۔ میں روٹی بامعنی ہے اور ووٹی مہمل۔ بے معنی موضوع کہلاتا ہے۔

لفظ موضوع سے اگر اکیلے معنی سمجھے جائیں تو اسے کلمہ کہتے ہیں۔ جیسے پہنا گر پڑنا۔ ہو سکنا۔ مار ڈالنا۔ کھڑا ہونا۔ اگرچہ بظاہر دو دو لفظ ہیں۔ مگر مرکب ہو کر ان سے ایک معنی سمجھے جاتے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے ہر مرکب کلمہ ہے۔

نوٹ:۔ (۱) تعریف بالا کی رُو سے ہر کلمہ لفظ کہلا سکتا ہے۔ لیکن ہر لفظ کو کلمہ نہیں کہہ سکتے (۲) عام طور پر کلمے کو لفظ ہی کہہ دیتے ہیں۔

کلمہ

کلمہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ اوّل **اسم** جو تنہا معنی دیتا ہے۔ مگر اس میں وقت کا شمول نہیں ہوتا۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ اسکا وجود نظر آ سکے۔ مثلاً حامد۔ گھوڑا۔ زمین خوشی۔ محنت وغیرہ۔

دوم **فعل** جو اکیلا معنی تو دیتا ہے مگر اس میں کوئی نہ کوئی زمانہ[1] بھی پایا جاتا ہے مثلاً کھاتا ہے۔ اُٹھے گا۔ آئے۔ کرو۔ مت جاؤ وغیرہ۔

نوٹ:۔ وہ الفاظ جن میں افعال اور حرکات کا بیان تو ہوتا ہے۔ لیکن زمانہ نہیں ہوتا۔ (مثلاً کھانا۔ اُٹھنا۔ آنا۔ کرنا۔ جانا وغیرہ) فعل نہیں ہوتے بلکہ اسم کہلاتے ہیں۔

سوم **حرف**۔ جو اکیلا کچھ معنی نہیں دیتا بلکہ اسموں اور فعلوں میں رابطہ اور تعلق قائم کرنے

---

[1] زمانے تین ہوتے ہیں (۱) گزرا ہوا جسے ماضی کہتے ہیں۔ (۲) موجودہ جو حال کہلاتا ہے اور (۳) آنے والا جسے مستقبل کہا جاتا ہے۔ تینوں زمانوں کی مثال:۔ بچے وہ کرتے ہیں اب جو نہ کیا تھا نہ کریں گے

کے لئے آتا ہے۔ مثلاً سے۔ میں۔ تک۔ اگر۔ مگر وغیرہ۔

نوٹ:۔ (۱) واضح رہے کہ یہ حرف کلمے کی قسم ہے اور دو یا زیادہ حروف تہجی کا کلمہ بنتا ہے۔

۲۔ حرف کا مفصل حال حصۂ نحو میں آئے گا۔ حصۂ صرف میں صرف حروف عاملہ کی ضرورت ہو گی اور وہ حسب ذیل ہیں۔ میں سے۔ تک۔ پر۔ نے۔ کو۔ کا۔ کے۔ کی۔

مختصر الفاظ میں کلمے کی تینوں قسموں کی تعریفیں یوں ہوں گی۔

(۱) **اسم**۔ وہ کلمہ ہے جو اکیلا معنی دے اور اس میں کوئی زمانہ نہ پایا جائے۔

(۲) **فعل**۔ وہ کلمہ ہے جو اکیلا معنی دے لیکن اس میں کوئی نہ کوئی زمانہ بھی پایا جائے۔

(۳) **حرف**۔ ایسا کلمہ ہے کہ جب تک اس کے ساتھ کوئی اور کلمہ نہ ملے وہ اپنے معنی ظاہر نہ کرے۔

اسم

اسم کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) جامد (۲) مصدر اور (۳) مشتق۔

جامد۔ وہ اسم ہے جو نہ خود کسی سے نکلا ہو۔ اور نہ کوئی دوسرا لفظ اس سے نکلے۔ جیسے ہاتھی۔ گھوڑا۔ چاقو۔ قلم۔ دوات۔

مصدر۔ وہ اسم ہے جو خود تو کسی سے نہ نکلا ہو لیکن اس سے اور الفاظ نکلیں۔ جیسے کھانا پینا۔ پڑھنا۔ لکھنا۔ اچھلنا۔

مشتق۔ وہ اسم ہے جو کسی اور کلمے سے نکلا ہو۔ جیسے کھانے والا۔ پینے والا۔ پچھن۔ رنگلائی۔ لکھا ہوا۔

اسم جامد

اسم جامد کی دو قسمیں ہیں۔ **معرفہ** اور **نکرہ**۔

معرفہ۔ وہ ہے جس سے خاص شخص یا خاص چیز سمجھی جائے۔ مثلاً حامد۔ محمود۔ دِلّی کلکتہ۔ جمنا۔

نکرہ۔ وہ ہے جس سے عام شخص یا چیز مراد ہو۔ مثلاً آدمی درخت۔ کتاب کاغذ۔ پلنگ۔

معرفہ کی چار قسمیں ہیں:- **۱۔ عَلَم۔ ۲۔ ضمیر۔ ۳۔ اشارہ۔ ۴۔ موصول**

۱۔ **علم** وہ خاص نام ہے جو ماں باپ نے رکھا ہو یا لوگوں نے قرار دیا ہو۔ یہ پانچ طرح کا ہوتا ہے۔ ۱۔ خطاب، ۲۔ لقب، ۳۔ عُرف، ۴۔ کُنیت، ۵۔ تخلّص۔

۱۔ **خطاب** ایسا نام ہے جو بادشاہ اور امراء وغیرہ کسی شخص کو عنایت کرتے ہیں مثلاً خان بہادر۔ رائے صاحب۔ شمس العلماء۔ شفاء الملک۔ ملک الشعراء

(۲) **لقب**۔ ایسا نام جو کسی خصوصیت کی بنا پر مشہور ہو جائے۔ مثلاً حضرت ابراہیم کا لقب خلیل اللہ۔ حضرت موسیٰ کا لقب کلیم اللہ۔ حضرت عیسیٰ کا لقب روح اللہ مرزا اسد اللہ خاں غالب کا لقب مرزا نوشہ۔ مسز سروجنی نائیڈو کا لقب بلبل ہند،

۳۔ **عُرف**۔ وہ نام جو پیار یا حقارت کی وجہ سے پڑ جائے یا اصل نام مختصر ہو کر لوگوں میں مشہور ہو جائے کبھی کبھی یہ اختصار بے معنی بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً حسن علی عرف چھوٹے میاں۔ میاں عسکری عرف میر کلّو۔ فرزند علی عرف فندی۔ رشید اختر عرف چُنّو میاں۔ معراج الدین عرف مہاجا۔

۴۔ **کُنیت**۔ جو نام باپ یا ماں یا بیٹے یا بیٹی کے نام سے لیا جائے مثلاً ابو داؤد ابن اثیر۔ اُمّ سلیم۔ بنت کنیز۔ کلّو کا باپ

نوٹ:- کنیت کا رواج دراصل عرب میں ہے۔ ہندوستان میں اسے ضرورتاً استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی ایسے گھروں میں جہاں میاں بیوی کا نام نہیں لیتا اور بیوی میاں کا نام نہیں لیتی۔ کنیت سے کام لیتے ہیں۔

۵۔ **تخلّص** وہ مختصر نام جو شاعر لوگ اپنے لئے تجویز کرتے ہیں۔ مثلاً مرزا محمد رفیع کا تخلّص سودا۔ انشا مولوی محمد حسین کا آزاد۔ مرزا اسد اللہ خاں کا غالب۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال کا اقبال۔ موجودہ زمانے کے شاعروں میں نواب سراج الدین احمد خاں کا تخلّص سائل ہے۔ اور سیّد وحید الدین کا بیخود۔

نوٹ:۔ تخلّص پر بالعموم نشان (ؔ) بنا دیا کرتے ہیں۔

۶۔ **ضمیر** ایک مختصر سا نام ہے جو متکلم (کلام کرنے والے) حاضر (جس سے بات کی جائے) اور غائب (جس کی بابت کچھ کہا جائے) کے نام کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ جس اسم کی جگہ ضمیر استعمال کرتے ہیں۔ وہ مرجع کہلاتا ہے۔ مثلاً "زید آیا اس کا دوست بازار جا چکا تھا۔ اس نے دو گھنٹے تک انتظار کیا۔ آخرکار وہ اپنے گھر چلا گیا۔"

اس عبارت میں "اس" اور "وہ" ضمیریں ہیں اور "زید" ان ضمیروں کا مرجع عام طور پر مرجع ضمیر سے پہلے ہوتا ہے۔ مگر نظم میں کبھی کبھی ضمیر مرجع سے پہلے بھی آجاتی ہے۔ مثلاً آتش کا شعر ہے۔ ؎

بتیاں اس کی بنا کر میں کروں روشن چراغ ... باد سے اڑ کر بجھا دے گرد دامن چراغ

اس شعر میں "اس" کا مرجع "دامن" ہے جو دوسرے مصرع میں آیا ہے۔ ایسی ضمیروں کو اضمار قبل الذکر کہتے ہیں۔

ضمیر کی شکلیں موقع کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہیں۔

(۱) جب ضمیر کا مرجع فعل سے فاعلیت (کام کرنے والے کی حالت) کا تعلق رکھتا ہو۔ تو اس کی شکلیں حسب ذیل ہوں گی۔

غائب		حاضر		متکلم	
واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
وہ / اس	وہ / انہوں	تو	تم	میں	ہم

ضمیر کی ایسی حالت کو فاعلی کہتے ہیں۔

(۲) جب ضمیر کا مرجع فعل سے مفعولیت کا تعلق رکھتا ہو۔ تو اس کی صورتیں اس طرح ہوں گی۔

غائب		حاضر		متکلم	
واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
اُسے	اُنہیں	تجھے	تمہیں	مجھے	ہمیں
یا	یا	یا	یا	یا	یا
اُس کو	اُن کو	تجھ کو	تم کو	مجھ کو	ہم کو

ضمیر کی ایسی حالت کو مفعولی کہتے ہیں۔

(۳) جب ضمیر کا مرجع کسی چیز سے کوئی اور نسبت رکھتا ہو۔ تو اس کی شکلیں یوں ہوں گی

غائب		حاضر		متکلم	
واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
اُس کا	اُن کا	تیرا	تمہارا	میرا	ہمارا
یا	یا	یا	یا	یا	یا
اُس کے	اُن کے	تیرے	تمہارے	میرے	ہمارے
یا	یا	یا	یا	یا	یا
اُس کی	اُن کی	تیری	تمہاری	میری	ہماری

ضمیر کی ایسی حالت کو اضافی کہتے ہیں۔

(۴) جب ضمیر کسی صفت کے موصوف کے طور پر استعمال ہو تو اس کی شکلیں حسب ذیل ہوں گی۔

غائب		حاضر		متکلم	
واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
اُس	اُن	تجھ	تم	مجھ	ہم

استعمال۔ اُس غریب کا کیا قصور۔ سمجھنا تو اُن ہی اب کچھ نہیں۔ تم نادان کیا جانو۔
ضمیر کی ایسی حالت کو توصیفی کہتے ہیں۔

نوٹ:۔ چاروں حالتوں میں غائب اور حاضر کے لئے تعظیماً لفظ "آپ" استعمال کیا جاتا ہے۔ اس معاملے میں غالباً اردو زبان منفرد ہے۔

اشارہ۔ وہ اسم ہے جس سے کسی شخص یا جگہ یا چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کی طرف اشارہ کیا جائے وہ "مُشارٌ الیہ" کہلاتا ہے۔ مثلاً "یہ لڑکا"۔ اس میں "یہ" اشارہ ہے۔ اور "لڑکا" "مشارٌ الیہ"۔

اشارہ یا تو نزدیک کے لئے ہوتا ہے یا دُور کے لئے۔ نزدیک کے اشارے کو اشارۂ قریب کہتے ہیں۔ اور دُور والے کو اشارۂ بعید۔ "یہ" اشارۂ قریب کے لئے آتا ہے۔ اور "وہ" اشارۂ بعید کے لئے۔ کبھی اشارۂ قریب کی صورت میں بجائے "یہ" کے واحد کے لئے "اِس" اور جمع کے لئے "اِن" لاتے ہیں اور اشارۂ بعید کی صورت میں بجائے "وہ" کے واحد کے لئے "اُس" اور جمع کے لئے "اُن" لایا جاتا ہے۔

اسمائے اشارہ میں جب زور دینا مقصود ہوتا ہے۔ تو "ہی" کا اضافہ کر دیتے ہیں لیکن اس طرح کہ اس کی "ہ" حذف ہو جاتی ہے۔ مثلاً یہی (یہ ہی) وہی (وہ ہی) اِسی (اِس ہی) اُسی (اُس ہی) "اِن" اور "اُن" کے ساتھ جب "ہی" لگاتے ہیں تو شکل اور آواز دونوں میں تبدیلی ہو جاتی ہے یعنی "انہیں" اور "اُنہیں" بن جاتے ہیں۔

نوٹ:۔ (۱) کبھی کبھی لفظ "یوں" بھی اشارے کا کام دیتا ہے۔ مثلاً یوں کہو۔ یوں مت کہو۔ حقیقت یوں ہی ہے۔ صحیح یوں ہی تھا۔

(۲) اسم اشارہ اور اسم ضمیر میں یہ فرق ہے کہ ضمیر قائم مقام اسم ہوتی ہے اور اشارہ اسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ خواہ وہ اسم مذکور ہو یا محذوف۔

۴۔ **موصول:۔** وہ ناتمام اسم ہے جس کا مطلب پورے جملے کے بغیر سمجھ میں نہیں

آسکتا۔ مثلاً یہ جملہ دیکھئے۔ "جو چاہو تم ہمیں لپند ہو لے لو۔" اس میں لفظ "جو" باقی جملے کے بجائے آ رہا ہے۔ پس "جو" اسم موصول ہے۔ اسی طرح "جونسا"۔

نوٹ:۔ کبھی "جو" کی تکرار بھی ہوتی ہے۔ مثلاً "جو جو چیزیں چاہئیں۔ لے لو۔"

اسم معرفہ کی قسمیں تمام ہوئیں۔ لیکن یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ خاص حالات کے ماتحت بعض اوقات نکرہ کو بھی معرفہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً (۱) سہ

او دامن اُٹھا کے جانے والے   ٹک ہم کو بھی خاک سے اُٹھا لے

"دامن اُٹھا کے جانے والا" حقیقت میں معرفہ نہیں لیکن چونکہ پکارنے والا ایک خاص شخص کو جو اس کے سامنے دامن اُٹھائے ہوئے چلا جا رہا ہے۔ پکار کر کچھ کہہ رہا ہے اس لئے وہ بھی معرفہ ہو گیا۔

(۲) معہودِ خارجی کی صورت میں یعنی عبارت میں کوئی عام لفظ مذکور ہو۔ مگر اُس سے خاص معنی مُراد لئے جائیں۔ جیسے مولانا حالی مسدس میں کہتے ہیں:۔

ع یہ راعی نے للکار کر جب پکارا

"راعی چرواہے کو کہتے ہیں اور یہ ایک عام لفظ ہے۔ لیکن شاعر کی مراد پیغمبر اسلام سے ہے۔ اس لئے یہ بھی معرفہ ہوا۔

(۳) ایسا اسم نکرہ جس کا تعلق معرفہ سے ہو۔ مثلاً "ہمارا چاقو"۔ "چاقو" اگرچہ عام ہے۔ لیکن "ہمارا" سے مخصوص ہو گیا۔

نوٹ:۔ اہل قواعد نے معہودِ ذہنی[1] کو بھی معرفہ قرار دیا ہے۔ مگر یہ درست نہیں۔

نکرہ کی بھی چار قسمیں[2] ہیں۔ (۱) ذات۔ ۲۔ کنایہ۔ ۳۔ استفہام۔ ۴۔ صفت۔

۱۔ ذات:۔ جس نام سے ایک چیز کی حقیقت دوسری چیزوں سے الگ سمجھی جائے

---

[1] معہودِ ذہنی سے وہ لفظ مراد ہے جو عبارت میں مذکور نہ ہو۔ صرف مخاطب اور متکلم دونوں کے ذہن میں ہو۔

[2] صاحب تصنیف نے نکرہ کی دس قسمیں بتائی ہیں یہ اُن کا تسامح ہے۔۔

اور اس سے کوئی وصف مفہوم نہ ہو۔ مثلاً آگ۔ پانی۔ انسان۔ حیوان۔ زمین۔

اسم ذات کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) اسم آلہ (۲) اسم ظرف (۳) اسم صوت (۴) اسم مُصغّر (۵) اسم مکبّر۔

(۱) آلہ۔ اوزاروں یا ہتھیاروں کے نام مثلاً چاقو۔ چھری۔ قلم۔ تلوار۔ صندوق
کبھی دوسرے الفاظ میں کچھ تصرّف کرکے اسم آلہ بنا لیتے ہیں۔ مثلاً دھونکنی۔ پھُکنی (جو اصل میں پھونکنی تھا) چھلنی (جو اصل میں چھاننی تھا) نکیل۔ گھڑیال۔

فارسی اور عربی اسمائے آلہ بھی اُردو میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً دستپناہ۔ قلمتراش۔ جاروب۔ رُومال۔ مقراض۔ میزان۔ مسواک۔ مضراب۔ مقیاس۔ مسطر۔
نوٹ:۔ عربی اسمائے آلہ کا پہلا حرف میم مکسور ہوتا ہے۔

(۲) ظرف۔ وہ اسم جو جگہ یا وقت ظاہر کرے۔ جگہ ظاہر کرنے والے کو ظرف مکان کہتے ہیں۔ (مثلاً گھر۔ گلی۔ گاؤں۔ شہر۔ ملک) اور وقت ظاہر کرنے والے کو ظرفِ زماں (مثلاً صبح۔ شام۔ دوپہر۔ رات۔ دن) بعض اسم ظرف مرکب ہوتے ہیں مثلاً ٹکسال۔ گھڑسال۔ پھلواڑی۔ پاٹ شالہ۔ گئوشالہ۔
کبھی مصدر بھی اسم ظرف کا کام دیتا ہے مثلاً بھرنا (یا پانی بھرنے کی جگہ) (رمنا پھرنے کی جگہ مُراد لیا گا)

فارسی کے بہت سے اسم ظرف اُردو میں مستعمل ہیں مثلاً ہندوستان افغانستان۔ گلزار۔ کوہسار۔ بُت کدہ۔ حرم سرائے۔ کتب خانہ۔ جوئبار۔ عیدگاہ۔ قلمدان۔

نوٹ۔ (۱) دان اگرچہ فارسی لفظ ہے۔ مگر کبھی کبھی اُردو اسموں کے آخر میں بڑھا کر ظرفیت کے لئے استعمال کرلیا کرتے ہیں۔ مثلاً پاندان۔ پیک دان۔
(۲) عربی میں اسم ظرف (مکان ہو یا زمان) کا پہلا حرف میم مفتوح ہوتا ہے اور

کئی عربی اسمائے ظرف اُردو میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً محفل۔ مجلس۔ مسجد۔ مخزن۔ مجلس منبع۔ مکتب۔ مدرسہ۔ مقبرہ۔

(۳) بعض الفاظ ایسے ہیں کہ ان سے کسی خاص جگہ یا وقت کا تعیّن نہیں ہوتا۔ لیکن ان میں ظرفیت کے معنے پائے جاتے ہیں مثلاً جہاں۔ جہاں تہاں۔ جس جگہ۔ جہاں جہاں۔ جب جس دم۔ جب جب۔ جس وقت جس گھڑی جس آن۔

(۳) **صوت**۔ وہ اسم جس سے جاندار یا بے جان کی آواز ظاہر ہو مثلاً قہقہہ میاؤں میاؤں۔ کائیں کائیں۔ قُل قُل قُل قُل۔ چھم چھم چھم چھم ۔ ؎

پڑتی ہیں بوندیں جھل مل جھل مل ۔۔۔ ہنستی ہیں کلیاں کھل کھل کھل کھل
پھرتی ہیں کرتی پُھر پُھر چڑیاں ۔۔۔ اُڑتی ہیں پُھر پُھر پُھر پُھر چڑیاں
ذرا بھی سینہ صد چاک میں جو تڑپا دل ۔۔۔ تو ٹوٹ جاتے ہیں تار رفو تڑاق تڑاق

بعض الفاظ ایسے ہیں جن سے کسی چیز کی آواز ظاہر نہیں ہوتی بلکہ جانوروں کے ہانکنے وغیرہ کے لئے بولے جاتے ہیں۔ وہ بھی اسم صوت کہلاتے ہیں۔ مثلاً دھت دھت بری بری۔ ہاتھی کے ہانکنے اور بیٹھانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

(۴) **مصغر**۔ جس اسم کے معنوں میں اصلی حالت کی نسبت چھٹائی پائی جائے مصغر اسم کے آخر میں عموماً یائے معروف آتی ہے۔ مثلاً پہاڑ سے پہاڑی۔ پیالہ سے پیالی۔ بالا سے بالی۔ تھال سے تھالی۔ شیشہ سے شیشی۔

کبھی آخر میں الف بھی آتا ہے مثلاً بیٹی سے بٹیا۔ بھائی سے بھیّا۔ بہن سے بہنا۔ جورو سے جوروا۔ مرد سے مردوا۔

مصغر کی چند اور علامتیں بھی ہیں۔ لیکن وہ بہت کم استعمال میں آتی ہیں مثلاً پلنگ سے پلنگڑی۔ کھاٹ سے کھٹولا۔ کونڈا سے کنڈالی۔ صحن سے صحنچی۔ سانپ سے سنپولیا۔

بعض فارسی اسمائے مصغر بھی اُردو میں مستعمل ہیں۔ مثلاً باغیچہ۔ دوشیزہ۔

نوٹ:۔ اسم مصغر کبھی تو پیار اور شفقت کے لئے آتا ہے۔ کبھی اس شے کی حقیقتاً چھٹائی مقصود ہوتی ہے۔ اور کبھی محض تحقیر کی غرض سے لاتے ہیں۔

(۵) مکبّر۔ جس اسم کے معنوں میں اصلی علامت کی نسبت بڑائی پائی جائے اس کے لئے مختلف علامتیں ہیں۔ مثلاً بات سے بتنگڑ۔ پگڑی سے پگڑ۔ گٹھڑی سے گٹھڑ۔ لکڑی سے لکڑ۔ چھتری سے چھتر۔

بعض فارسی اسمائے مکبر بھی اُردو میں بلا تکلف بولے جاتے ہیں۔ مثلاً شاہراہ۔ شہتوت۔ شاہباز۔ شہسوار۔ شاہنشاہ۔

(۶) کنایہ۔ کلام میں جب کسی کا نام صراحت سے نہیں لینا چاہتے یا کسی تعداد کا کھول کر بیان کرنا مقصود نہیں ہوتا یا کسی مطلب کو مختصر کرنا منظور ہوتا ہے تو مبہم الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ایسے الفاظ اسمائے کنایہ کہلاتے ہیں۔ مثلاً کسی کا نام صراحت سے نہیں لینا چاہتے۔ تو کہتے ہیں۔ وہ۔ کسی۔ فلاں۔ فلاں شخص۔ وہ شخص۔ امکا ڈھمکا۔ ایسا تیسا۔ ایسا ویسا وغیرہ۔ یہ سب اسمائے کنایہ ہیں۔

رباعی

جب تک تھے گرہ میں احمقوں کے پیسے ۔۔۔ سب کہتے تھے ان کو آپ ایسے ایسے
مفلس جو ہوئے تو پھر کسی نے اے ذوق ۔۔۔ پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے ایسے

غالب سے

پھر جی میں ہے کہ در پر کسی کے پڑے رہیں ۔۔۔ سر زیر بار منتِ درباں کئے ہوئے

ذوق سے

یاں کے آنے کا منفر قاصد او دن کرے ۔۔۔ جو تو لمنگے گا تجھے دوں گا خدا وہ دن کرے

اختصارِ مطلب کی مثال کے لئے ذوق کا یہ شعر دیکھئے۔

چُنّی لِئے افشاں جو اے مہ جبیں ہے ⁕ ستاروں میں کیا کیا چُناں اور چنیں ہے

اِتنا۔ اِتنے۔ اِتنی تعداد کے اجمال کی غرض سے لاتے ہیں۔ مثلاً اتنا روپیہ کافی ہے اتنے آدمی وہاں کیا کرینگے۔ اتنی مٹی نہ لے جاؤ۔

۳۔ استفہام ۔ وہ اسم جو پوچھنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ذیل میں کچھ اسمائے استفہام مع موقع استعمال دیئے جاتے ہیں۔

(۱) کون۔ انسان کے لئے آتا ہے جسب موقع اس کو۔ کس۔ کسے۔ کس کس۔ کن کنھوں۔ کنھیں۔ کن کن وغیرہ میں بدل لیا جاتا ہے۔

(۲) کونسا۔ انسان۔ حیوان اور بے جان سب کے لئے آتا ہے۔ اس کی صورت بھی حسب موقع بدل لیتے ہیں۔ مثلاً کون سے۔ کون سی۔ کون سوں۔ کون سیوں۔ کون کون سا۔ کون کون سے۔ کون کون سوں۔ کون کون سیوں۔

(۳) کیا۔ عموماً حیوان اور بے جان کے لئے آتا ہے کبھی انسان کیلئے بھی مثلاً سہ

کہ کل کون تھے آج کیا ہو گئے تم ⁕ ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم

(۴) کاہے۔ حیوان اور بے جان کے لئے آتا ہے۔ انسان کے لئے کبھی نہیں

(۵) کے۔ تعداد کے لئے

(۶) کتنا۔ مقدار کے لئے

(۷) کتنے اور کتنی۔ مقدار اور تعداد دونوں کے لئے۔

(۸) کیسا۔ کیسے اور کیسی صفت کے لئے۔

(۹) کب۔ کب کب۔ کس دم۔ کس گھڑی۔ کس وقت۔ ظرف زمان کے لئے

(۱۰) کہاں۔ کہاں کہاں۔ کس طرف۔ کدھر۔ کس جگہ۔ ظرف مکان کے لئے۔

اسمائے استفہام کے استعمال کی چند مثالیں دیکھئے۔ سہ

تم جو کہتے ہو مجھے تو نے بہت رسوا کیا ⁕ کیا گنہ؟ کیا جرم؟ کیا تقصیر؟ میں نے کیا کیا؟

کیا کہا؟ کس سے کہا؟ کس نے سنا؟ کب؟ کس گھڑی؟ کس جگہ؟ کس وقت؟ کس دم آپ کا چرچا کیا؟
بند آنکھیں کیے جاتا ہے کدھر تو؟ کہ مجھے۔ ہے ترا نقشِ قدم چشم نمائی کرنا

حیران آئینہ دار ہیں ہم!
کس سے یارب دو چار ہیں ہم

نوٹ:۔ جس جملے کے شروع میں اسم استفہام آئے۔ اس کے آخر میں سوالیہ نشان ؟ کا لگانا ضروری ہے۔

۴۔ صفت۔ وہ اسم جس سے کسی دوسرے اسم کی کوئی خصوصیت معلوم ہو۔ مثلاً سچا۔ جھوٹا۔ الٹی۔ سیدھی۔ کالا۔ گورا۔ ہری سوکھی۔ برا بھلا۔ جس کی صفت بیان کی جائے اُسے موصوف کہتے ہیں۔

صفت کی چھ قسمیں ہیں (۱) صفتِ مشبّہہ یا صفتِ ذاتی (۲) اسم تفضیل۔ (۳) اسم مبالغہ (۴) صفتِ نسبتی (۵) اسم عدد (۶) صفت عددی۔

(۱) صفتِ مشبّہہ یا صفتِ ذاتی۔ وہ اسم جس سے وصف کا ذات میں شامل ہونا سمجھا جائے۔ مثلاً ٹھوس۔ سبز۔ شریر۔ اپاہج۔ پھوہڑ۔
اُردو میں صفتِ مشبّہہ کئی طریقوں سے بناتے ہیں۔

ا۔ دوسرے اسموں سے مثلاً سیدھ سے سیدھا۔ سچ سے سچا۔ جھوٹ سے جھوٹا۔ بھوک سے بھوکا۔ پیاس سے پیاسا۔ ڈھال سے ڈھلوان۔ کھیل سے کھلاڑ۔ لڑائی سے لڑاک۔ بل (طاقت) سے بلی۔ ہنسی سے ہنسوڑ۔ انشاؔ

رات وہ بولے مجھ سے ہنس کر چاہ میاں کچھ کھیل نہیں
میں ہوں ہنسوڑ اور تو ہے مقطع میرا تیرا میل نہیں

(ب) ہندی کے دو کلمے ملا کر مثلاً من چلا۔ ہنس مکھ۔ منہ پھٹ۔ ہتھ چھٹ۔ لاجونت۔ بھاگونت۔ کل جیبھا۔ کن رسیا۔ ناک کٹا (نکٹا) کل مُنہا۔

(ج) ہندی الفاظ کے ساتھ فارسی یا عربی کے الفاظ ملا کر مثلاً بے چین بے ڈھب

بے دھڑک۔ بے جوڑ۔ کھدار۔ لوچدار۔ لچھے دار۔ سدابہار۔ قول ہار۔ مُنہ زور۔ ذوق
جی عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب کام چور اس کام پر کس منہ سے اجرت کی طلب

(د) عربی اور فارسی الفاظ ملا کر مثلاً بدخصلت۔ نیک عادت۔ عقلمند۔ بدأطوار۔ بدصورت۔ خوبصورت۔ بے صبر۔ بے حیا۔ نیک ذات۔ خوش صفات۔

(لا) ہندی علامات نفی لگا کر مثلاً اٹل۔ امر۔ اَن جان۔ اَن مل۔ اَن پڑھ۔ نرمل نراس۔ کراہ۔ کڈھب۔ کڈول۔ سڈول۔ بن سراہ بن جتی۔ نڈر۔ نکھرا۔

(د) عربی اور فارسی کے بعض صفت مشبہ اردو میں بھی مستعمل ہیں مثلاً شکیل جمیل حسین خلیق۔ نفیس۔ دانا۔ بینا۔ توانا۔ سنجیدہ۔ دلبر۔

۲۔ اسم تفصیل۔ وہ اسم صفت جو اپنے موصوف کو دوسری چیز پر ترجیح دے۔ مگر نفس صیغہ اور صورت کے لحاظ سے اسم تفصیل کا وجود اردو میں نہیں ہے البتہ عربی اور فارسی کے اسمائے تفصیل اردو میں مستعمل ہیں مثلاً کمتر۔ برتر۔ بہتر افضل۔ اکمل وغیرہ۔ عربی اور فارسی میں تفصیل کے تین درجے ہیں۔
تفصیل نفسی۔ تفصیل بعض۔ تفصیل کل۔ لیکن اردو میں یہ شکلیں نہیں آتیں جس کو ترجیح دیتے ہیں۔ اسے مفضل کہتے ہیں اور جس پر ترجیح دیتے ہیں اسکو مفضل علیہ۔

نوٹ:۔ بعض لوگ اردو میں بھی اچھا۔ بہت اچھا۔ نہایت اچھا کہہ کر تفصیل کو تینوں درجے قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔

عربی میں اسم تفصیل افعل کے وزن پر آتا ہے مثلاً افضل۔ اکبر۔ اصغر۔ اصلح اسعد۔ مگر اس وزن کے جن صیغوں میں عیب یا رنگ کے معنی پائے جائیں۔ وہ اسمائے تفصیل نہیں ہوتے بلکہ صفات مشبہ ہوتے ہیں۔ مثلاً احول۔ احمر۔ ابیض۔ اسود۔ ازرق
فارسی میں تر اور ترین تفصیل کے لئے آتے ہیں۔ مثلاً بہتر۔ بدتر۔ برتر۔ نیک ترین۔ کمترین

لاغری سے زندگی مشکل ہوئی ہے گراں تر جان جسم زار سے

(۳) اسم مبالغہ۔ وہ اسم صفت جو اپنے موصوف کے وصف میں زیادتی ظاہر کرے

اسم تفصیل اور اسم مبالغہ کا باہمی فرق

اسم تفصیل میں دوسرے کے مقابل وصف میں ترجیح ہوتی ہے ۔ اسم مبالغہ میں دوسرے کے مقابلہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔ بہت. بڑا۔ بہت بڑا۔ بڑا ہی۔ نہایت۔ نہایت ہی۔ یہ الفاظ اسمائے صفت پر واقع ہو کر انہیں اسمائے مبالغہ بنا دیتے ہیں۔ مثلاً زید بہت دانشمند ہے۔ وہ بڑا عالم ہے۔ وہ بہت بڑا عالم ہے۔ وہ بڑا ہی عالم ہے۔ وہ نہایت خوش بیان ہے۔ وہ نہایت ہی خوش بیان ہے ۔

خوب اور عجیب بھی وصف میں زیادتی پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً حامد خوب تقریر کرنے والا ہے ۔ زید عجیب نالائق ہے ۔

بعض اسمائے صفات پر لفظ "پاک" بڑھا کر مبالغے کے معنی پیدا کر لیتے ہیں۔ مثلاً پاک شہدا۔ پاک بے حیا۔

بعض الفاظ پر "سخت" کا لفظ داخل ہو کر مبالغے کے معنی دیتا ہے ۔ مثلاً سخت افسوس کی بات ہے ۔ سخت تعجب کا مقام ہے ۔

بعض عربی اسمائے مبالغہ بھی اُردو میں مستعمل ہیں۔ مثلاً علّام ۔ خلّاق ۔ رزّاق ۔ غفّار ۔ ستّار وغیرہ ۔

(۴) صفت نسبتی۔ وہ اسم جو کسی شخص یا چیز کا لگاؤ کسی دوسرے شخص یا چیز سے ظاہر کرے جس کا تعلق ظاہر کیا جاتا ہے اسے منسوب کہتے ہیں اور جس سے تعلق بیان کیا جاتا ہے اسے منسوب الیہ مثلاً ہندی پنڈت" میں ہندوستان منسوب الیہ ہے۔ ہندی صفت نسبتی اور پنڈت منسوب ۔

اسی طرح عربی گھوڑا۔ بنارسی دوپٹہ۔ دریائی جانور۔ جنگلی درخت۔ کابلی سردہ۔ کشمیری

سیب ۔ احمد آبادی پان ۔ لاہوری نمک ۔ ہوائی جہاز ۔ سمندری بیڑا ۔

صفتِ نسبتی بنانے کے لئے کوئی کلیہ قاعدہ نہیں تاہم ذیل کے قواعد سے کچھ مدد مل سکتی ہے:

(۱) اسم کے بعد یائے معروف بڑھا لیتے ہیں مثلاً دھان سے دھانی ۔ پہاڑ سے پہاڑی ۔ عجم سے عجمی ۔ شرق سے شرقی ۔ غرب سے غربی ۔

(۲) آخر میں ہائے مختفی ہو تو (ا) اسے حذف کر کے یؔ کا اضافہ کرتے ہیں مثلاً مکہ سے مکی ۔ کوفہ سے کوفی (ب) کبھی اُسے واؤ میں بدل کر یؔ بڑھاتے ہیں مثلاً بصرہ سے بصروی ۔ بٹالہ سے بٹالوی (ج) کبھی اسے ہمزہ میں بدل کر یؔ لگاتے ہیں مثلاً سرمہ سے سرمئی ۔ پستہ سے پستئی ۔

(۳) آخر میں یائے معروف ہو تو اسے واؤ میں بدل کر یؔ بڑھاتے ہیں مثلاً دہلی سے دہلوی ۔ علیؓ سے علوی ۔

(۴) بعض اسموں پر وی بڑھاتے ہیں مثلاً دم سے دموی ۔ صفرا سے صفراوی

(۵) آخر میں الف ہو تو (ا) بعض دفعہ ئی کا اضافہ کرتے ہیں مثلاً طلا سے طلائی سودا سے سودائی[1] اور (ب) بعض دفعہ اس کو گرا کر وی لگاتے ہیں مثلاً مولا سے مولوی دُنیا سے دُنیوی ۔

(۶) بعض اسموں میں انی کا اضافہ کرتے ہیں ۔ مثلاً ربّ سے ربّانی ۔ حق سے حقانی

(۷) اگر آخر میں کھڑی زبر ہو تو اس کو الف میں بدل کر ئی لگا دیتے ہیں ۔ مثلاً مُصطفےٰ سے مصطفائی ۔ مرتضیٰؓ سے مرتضائی ۔

---

[1] لطیفہ "یادگارِ غالب" میں لکھا ہے کہ ایک صحبت میں مرزا غالب میر تقی میر کی تعریف کر رہے تھے ۔ اتفاق سے ذوقؔ بھی موجود تھے اُنہوں نے سوداؔ کو میر پر ترجیح دی ۔ مرزا نے کہا "میں تو تم کو میری سمجھتا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ تم سودائی ہو۔"

نوٹ :- عربی قاعدے کے مطابق مصطفیٰ اور مرتضیٰ سے فتحہ اشباعی کو دور کر کے صفت نسبتی بنتی ہے یعنی مصطفٰوی اور مرتضوی۔ اول فارسی والوں نے اس میں تصرف کر کے مصطفوی اور مرتضوی بنایا۔ پھر اردو والوں نے اس میں مزید تصرف کیا۔ اور مصطفائی اور مرتضائی بنالیا۔ موسیٰ سے موسائی اور عیسیٰ سے عیسائی بھی اہلِ اردو کا تصرف ہے۔

(۸) بعض ملکوں کے نام سے ستان حذف کر کے ی لگا دیتے ہیں مثلاً افغانستان سے افغانی، ترکستان سے ترکی۔ ہندوستان سے ہندی۔ بلوچستان سے بلوچی۔ خوزستان سے خوزی

(۹) بعض الفاظ کی نسبت میں خلافِ قیاس کیا گیا ہے مثلاً صنعا سے صنعائی۔ یمن سے یمانی۔ ری سے رازی۔ ہرات سے ہروی۔ طے سے طائی۔ بدخشاں سے بدخشی۔ ارمینیا سے ارمنی۔ مرو سے مروزی۔ نصاریٰ سے نصرانی۔ فرانس سے فرانسیسی۔

(۱۰) کبھی ین کا اضافہ کرتے ہیں۔ مثلاً زر سے زریں۔ سیم سے سیمیں۔
(۱۱) کبھی لفظ والا بڑھا لیتے ہیں۔ مثلاً کلکتے والا۔ بمبئی والا۔
(۱۲) کبھی کا بڑھا کر صفت نسبتی بنا لیتے ہیں۔ مثلاً غضب کا۔ قیامت کا۔
(۱۳) کبھی سا کا اضافہ کر لیتے ہیں۔ مثلاً پھول سا۔ چاند سا۔

(۱۴) ان کے علاوہ بہت سی ہندی علامتوں سے صفت نسبتی بناتے ہیں مثلاً گیہوں سے گیہواں۔ گا نوٹ سے گنوار۔ مٹی سے مٹیلا۔ ماں سے میکہ۔ بیج سے بیجیلا۔ سات سے ستو۔ دکھ سے دکھیا۔ رس سے رسیا۔ نیچ سے نچلا۔ پانی سے پنیل۔

نوٹ :- کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ منسوب اپنے منسوب الیہ کی وجہ سے زیادہ مشہور ہو کر خود ساقط ہو جاتا ہے اور زبانوں پر صرف منسوب الیہ کا نام رہ جاتا ہے مثلاً مقری۔ یہ حقیقت میں کسی پیر کا نام نہیں بلکہ صفت نسبتی ہے۔ کسی زمانے میں مصر سے بہتر نبات

(مصری) کہیں نہیں ملتی تھی۔ اس لئے لوگوں نے اس کا نام ہی "مصری" رکھ لیا۔ اب یہ نام ایسا رواج پا گیا ہے۔ کہ کسی کو اسکی اصلیت معلوم کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی علیٰ ہذا القیاس ملتان (پنجاب) کی ایک خاص مٹی بچوں کو نہلانے یا اُن کی تختیوں پر لگانے کے کام آتی ہے۔ اب ہر شخص اُسے صرف "ملتانی" کہتا ہے۔

(۵) اسم عدد: وہ اسم ہے جو تعداد ظاہر کرے اور جس کی تعداد اس کے ذریعے ظاہر ہو۔ اسے معدود کہتے ہیں مثلاً ایک آدمی۔ دو گھوڑے۔ تین کتابیں۔ ساڑھے دس روپے۔ سوا گیارہ آنے۔ ان میں ایک دو تین ساڑھے دس۔ سوا گیارہ عدد ہیں۔ اور آدمی۔ گھوڑے۔ کتابیں۔ روپے۔ آنے معدود۔ نثر میں اسم عدد ہمیشہ مقدم اور معدود موخر آتا ہے۔ مگر نظم میں اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ مثلاً ع

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن۔ سے

کہے ایک جب سُن لے انسان دو — کہ حق نے زباں ایک دی کان دو

کبھی معدود کو محذوف کر دیتے ہیں مثلاً زید کا مشاہرہ کیا ہے؟ چالیس

یہاں چالیس سے مُراد ہے چالیس روپے۔

نوٹ:۔ (۱) پانچ کے ساتھ چھ یا سات یا سَو کا لفظ آئے تو ج کو حذف کر کے پان[1] چھ۔ پان سات اور پانسو کہتے ہیں۔

(۲) استغراق مقصود ہو یعنی سب کی سب چیزیں مراد ہوں تو اکائیوں میں تین سے لے کر تمام اعداد کے آخر میں واؤ مجہول اور نون غنہ زیادہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً تینوں۔ چاروں۔ پانچوں۔ چھیوں۔ ساتوں وغیرہ یعنی پورے تین پورے چار پورے پانچ وغیرہ۔ دو کے استغراق میں نون زیادہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً سے

ایک سب آگ ایک سب پانی — دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں

[1] پان چھ بعض فصحا بولتے ہیں۔ ورنہ عموماً پانچ چھ بولا جاتا ہے۔

نوٹ:۔ بعض لوگ بجائے دونوں کے صرف دونو بولتے اور لکھتے ہیں یہ درست نہیں

محاورے میں بعض اوقات اسم عدد مکرر آتا ہے مثلاً ایک جگہ کئی قسم کی کئی چیزیں ہوں اور ہم ان کی قیمت دریافت کرنا چاہیں اور پوچھیں کہ ان چیزوں کی کیا قیمت ہے تو جواب دینے والا کہے گا۔ "ایک ایک روپیہ" "دس دس روپے"

نوٹ:۔ (۱) ایسے موقع پر جب کہ اسم عدد دو ایسے عدد ہوں کہ ایک اعلیٰ ہو اور دوسرا ادنیٰ تو صرف عدد ادنیٰ کو مکرر لائیں گے مثلاً ایک سو بیس بیس۔ دو سو اسی اسی۔ لیکن اگر سینکڑوں یا ہزاروں یا لاکھوں کی تعداد اس طرح ظاہر کرنی ہو کہ وہ ایک ہے یا دو یا تین وغیرہ جیسے ایک سو۔ دو ہزار۔ تین لاکھ۔ تو صرف ایک یا دو یا تین وغیرہ کو مکرر لاتے ہیں مثلاً ایک ایک سو۔ دو دو ہزار۔ تین تین لاکھ وغیرہ

(۲) کبھی نظم میں "ایک" "اک" ہو جاتا ہے مثلاً ؎

اُٹھایا بارِ کتب قرب شیخ صاحب نے

پہ اک تو دم نہ ہوئی ایک یہ کہ سُم نہ ہوئے

کبھی اسم عدد سے کثرت کے معنی لئے جاتے ہیں۔ مثلاً ؎

رات اُن کی بات بات پہ سو سو دیے جواب   مجھ کو خود اپنی ذات سے ایسا گماں نہ تھا

ہو لاکھ غیروں کا غیر کوئی نہ جانا اس کو غیر ہرگز

جو سایہ اپنا بھی ہو تو اس کو تصور اپنا نہ کیجے گا

عددِ کسری[۱]:۔ آدھا۔ تہائی۔ چوتھائی۔ پونا۔ سوایا۔ ڈیوڑھا اعداد کسری کہلاتے ہیں حرف عا کے آنے سے آدھا۔ پونا۔ سوایا اور ڈیوڑھا کا آخری الف یائے مجہول سے بدل جاتا ہے۔ مثلاً آدھے میں پونے کا۔ سوائے پر۔ چوتھائی ایک کے ساتھ

---

[۱]۔ عدد کسری کے بیان میں مصنف سے تسامح ہوا ہے

مل کر "ڈیڑھ" اور دو کے ساتھ مل کر "ڈھائی" ہو جاتا ہے۔ اور دیگر تمام اعداد کے ساتھ ساڑھے کہلاتا ہے۔ مثلاً ساڑھے تین۔ ساڑھے چار وغیرہ۔

نوٹ:- (۱) اسم عدد کبھی غیر معین ہوتا ہے۔ مثلاً چند۔ کئی۔ زیادہ۔ بہت۔ ان گنت بے شمار۔ لاتعداد۔ تھوڑے سے۔ بہت سے وغیرہ۔ اس کو لفظ تنکیر کہتے ہیں۔

(۲) کبھی اسم عدد بالکل مبہم ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی۔ کوئی سا۔ حروف عاملہ کے آجانے سے "کوئی" عام طور پر "کسی" میں بدل جاتا ہے۔

(۶) **صفتِ عددی**:- وہ اسم صفت جس سے کسی چیز کا شمار درجے یا ترتیب میں معلوم ہو۔

اسم عددی اور صفت عددی میں فرق

اسم عددی میں مطلق تعداد ہوتی ہے۔ صفت عددی میں ترتیب کا لحاظ ہوتا ہے۔ مثلاً پہلا۔ دوسرا۔ تیسرا۔ چوتھا۔ پانچواں۔ چھٹا۔ ساتواں۔ آٹھواں۔ نواں۔ دسواں۔ بیسواں۔ تیسواں وغیرہ۔ یہ سب صفات عددی ہیں۔ پانچ کے بعد "واں" لگاتے ہیں۔ اور سات سے آگے تمام میں "واں" لگایا جاتا ہے۔

نوٹ:- (۱) حروف عاملہ کے آنے سے پہلا۔ دوسرا۔ تیسرا اور "واں" کا الف یائے مجہول میں بدل جاتا ہے۔ ے

ہم کبھی ہیں پانچویں سواروں میں

(۲) صفتِ عددی کے بعد لفظ "یہ" واقع ہو تو بھی اس میں یہی تبدیلی ہوگی جو اوپر مذکور ہوئی مثلاً پہلے یہ۔ دوسرے یہ وغیرہ۔

(۷) **صفتِ مقداری**[1]:- وہ اسم جس سے چیزوں کی مقدار معلوم ہوتی ہے مثلاً کچھ اناج۔ تھوڑی سی شکر۔ سیر بھر آلو۔ گز بھر کپڑا۔ بہت سی مٹی۔

---

[1] صاحبِ تصنیف نے صفت کی صرف چھ قسمیں بتائی ہیں۔

صفتِ مقداری کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ معین اور ۲۔ غیر معین یا مبہم۔

۱۔ **معیّن** جس سے مقدار بالصراحت معلوم ہو۔ مثلاً تولہ بھر۔ گز بھر۔ چھٹانک بھر۔ مٹھی بھر۔ چلّو بھر۔

۲۔ **غیر معیّن یا مُبہم**: جس سے صحیح مقدار معلوم نہ ہو۔ مثلاً بہت۔ بہتیرا۔ خوب زیادہ۔ بہت زیادہ۔ بہت کچھ۔ کچھ کچھ۔ تھوڑا۔ تھوڑا تھوڑا۔ ہلکا ہلکا۔ ذرا ذرا۔ کم۔ کم کم۔ تھوڑا سا۔ ہلکا سا۔ ذرا سا۔ بہت سا۔

نوٹ :- (۱) کبھی "یہ" اور "وہ" بھی بطور صفتِ مقداری میں مشترک ہیں۔ مثلاً یہ گرمی پڑی کہ دماغ پگھل گئے۔ وہ طوفان آیا کہ خدا کی پناہ۔

(۲) کچھ۔ بہت۔ زیادہ اسم عدد اور صفتِ مقداری میں مشترک ہیں ان میں تمیز سیاقِ کلام سے ہو سکتی ہے مثلاً کچھ لڑکے اور کچھ پانی۔ بہت کتابیں اور بہت دودھ زیادہ عورتیں اور زیادہ آگ۔

جنس

(تذکیر و تانیث)

اصل میں تو نر مذکر ہے اور مادہ مؤنث۔ مگر جو چیزیں نر اور مادہ نہیں ہیں اہلِ زبان ان کو بھی مذکر یا مونث قرار دے لیتے ہیں۔ اصلی تذکیر و تانیث کو حقیقی یا قدرتی کہتے ہیں۔ اور جو انسان نے فرض کر لی ہو اُسے غیر حقیقی یا مجازی۔

اکثر جانداروں میں تذکیر و تانیث حقیقی ہوتی ہے اور بے جان چیزوں میں غیر حقیقی۔ لیکن بعض چھوٹے جانداروں (مثلاً چیونٹا چیونٹی یا دیگر حشرات الارض کے مسئلے میں بھی محض قیاس سے کام لیا جاتا ہے۔

بے جان چیزوں کی تذکیر و تانیث کا جھگڑا دنیا کی بہت کم زبانوں میں ہے

اور جہاں ہے۔ وہاں ان کے امتیاز میں بڑی دقّت کا سامنا ہوتا ہے۔ لیکن اُردو میں یہ دقّت اور بھی زیادہ ہے۔ مثال کے طور پر "گھن" اور "دُھن" کو لیجئے۔ دونوں لفظوں میں حروف کی تعداد اور حرکات وسکنات میں کچھ فرق نہیں مگر تذکیر وتانیث کے لحاظ سے یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یعنی "گھن" مذکر سمجھا جاتا ہے اور "دُھن" کو مؤنث۔

انسان کی تذکیر وتانیث

اُردو میں بعض انسانی اسم ایسے ہیں کہ ان کے نر اور مادہ لفظاً بالکل مختلف ہیں مثلاً[1]

مذکر۔ مونث	مذکر۔ مونث	مذکر۔ مونث	مذکر۔ مونث
باپ۔ ماں	خصم۔ جورو	مرد عورت	راجہ۔ رانی
ابا۔ اماں	سسرا۔ ساس	بادشاہ۔ بیگم	رائے۔ رانی
بھائی۔ بہن	دُولہا۔ دُلہن	نواب۔ بیگم	غلام۔ لونڈی
میاں۔ بیوی	داماد۔ بہو	صاحب۔ میم	رنڈوا۔ رانڈ

بعض عربی۔ فارسی اور ترکی الفاظ باعتبار تذکیر وتانیث اُردو میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً۔

مذکر۔ مونث	مذکر۔ مونث	مذکر۔ مونث
والد۔ والدہ	خادم۔ خادمہ	بیگ بیگم
خالو خالہ	داماد عروس	بادشاہ۔ بادشاہ بیگم
ملک ملکہ	خان خانم	نواب بیگم

قاعدے۔ مذکر سے مونث بنانے کے لئے کوئی کلیہ قاعدہ نہیں تاہم چند قاعدے

---

[1] فصیحوں کی زبان پر "خسر" اور "خوشدامن" ہیں۔

درج ذیل ہیں۔

۱۔ مذکر کے آخر میں الف ہو۔ تو اس کو عام طور پر ی میں بدل دیتے ہیں مثلاً بیٹا سے بیٹی۔ چچا سے چچی۔ دادا سے دادی۔ نانا سے نانی۔ پھوپھا سے پھوپھی لنگڑا سے لنگڑی۔ اندھا سے اندھی۔ بوڑھا سے بوڑھی۔ جولاہا سے جولاہی بھٹیارا سے بھٹیاری۔

۲۔ اگر مذکر کے آخر میں ی ہو تو اکثر ن سے بدل دیتے ہیں۔ مثلاً درزی سے درزن۔ دھوبی سے دھوبن۔ تیلی سے تیلن۔ موچی سے موچن۔ حلوائی سے حلوائن۔ نائی سے نائن۔ فرنگی سے فرنگن۔ بہوڑی سے بہوڑن۔ مالی سے مالن۔ پارسی سے پارسن۔

۳۔ اگر مذکر کے آخر میں ر ہو تو بالعموم ی کا اضافہ کرتے ہیں۔ مثلاً سنار سے سناری۔ لہار سے لہاری۔ کمہار سے کمہاری۔ چمار سے چماری۔ حلال خور سے حلال خوری۔

مندرجہ ذیل مذکر ایسے ہیں۔ جن کی تانیث کے لئے کوئی خاص قاعدہ نہیں

مذکر	مونث	مذکر	مونث	مذکر	مونث
سقا	سقن	تحصیلدار	تحصیلدارنی	پنڈت	پنڈتانی
کنجڑا	کنجڑن	تھانہ دار	تھانہ دارنی	مغل	مغلانی
رنگریز	رنگریزن	ہندو	ہندنی	سیّد[1]	سیدانی
دولہا	دلہن	انگریز	انگریزنی	شیخ	شیخانی
پنجابی	پنجابن	مسلمان	مسلمانی	برہمن	برہمنی
بنگالی	بنگالن	ڈوم	ڈومنی	استاد	استانی
فرنگی	فرنگن	نٹ	نٹنی	پٹھان	پٹھانی

[1] بہ تشدید۔ یہ میر انیس کا شعر ہے۔ سیدانیاں دیتی ہیں محمدؐ کی دہائی
صدا دیں یہ علیؑ سے کہ کرو فتح لڑائی

شناخت۔ بعض اسمائے معرفہ ایسے ہیں کہ ان میں واؤ آتی ہے اور اگر وہ واؤ معروف پڑھی جائے تو مذکر سمجھا جاتا ہے اور اگر مجہول پڑھی جائے تو مؤنث۔ مثلاً

مذکر۔ رامُو۔ کرمُو۔ بُدھُو۔ منگلُو۔ کلُو۔ دینُو۔

مؤنث۔ رامو۔ کرمو۔ بُدھو۔ منگلو۔ کلو۔ دینو

لفظ بچہ لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے مشترک ہے لیکن عام طور پر بصورت مذکر استعمال ہوتا ہے۔ "داروغہ" "یتیم" اور "نوکر" بھی مشترک ہیں لیکن استعمال میں تذکیر و تانیث کا امتیاز ہو جاتا ہے۔ مثلاً میں تمہارا نوکر نہیں ہوں۔ میں تمہاری نوکر نہیں ہوں۔ یتیم رو رہی ہے۔ یتیم ناحق پٹ گیا۔ ان کی داروغہ مکان جھینپتی پھرتی ہے۔ ان کا داروغہ باغات آ گیا۔

حیوان کی تذکیر و تانیث

بعض حیوانوں کے نر اور مادہ کے لفظ جُدا جُدا ہیں۔ مثلاً بیل کی مادہ گائے اونٹ کی مادہ سانڈنی[1]۔

حیوانی قسموں کے نر سے مادہ بنانے کے لئے بھی ایک قاعدہ تو قریب قریب وہی ہے جو انسانوں کے لئے ہے یعنی اگر آخر میں الف ہو تو ی سے بدل دیتے ہیں مثلاً بلا سے بلی۔ مرغا سے مرغی۔ ٹڈا سے ٹڈی۔ بکرا سے بکری۔ گھوڑا سے گھوڑی لیکن چڑا سے چڑیا۔ چوہا سے چوہیا اور کتا سے کتیا بناتے ہیں۔

کچھ ایسے ہیں جن کے لئے کوئی مقررہ اصول نہیں مثلاً گیدڑ سے گیدڑی کبوتر سے کبوتری۔ ناگ سے ناگن۔ شیر سے شیرنی۔ بندر سے بندریا۔

---

[1] اونٹ کی مادہ اونٹنی بھی ہے لیکن سانڈنی خاص طور پر سواری کی اونٹنی کو کہتے ہیں۔

بعض جانوروں کے صرف مذکر نام استعمال میں آتے ہیں مثلاً کوا۔ الّو۔ اژدہا۔ گرگٹ
خرگوش۔ باز۔ بگلا۔ باشہ۔ پاڑہ۔ گدھ۔ مچھر۔ کھٹمل۔ جگنو۔ ہریل۔
بعض کے صرف مؤنث نام مستعمل ہیں مثلاً کوئل۔ چیل۔ قمری۔ چھپکلی۔ مچھلی۔ مکھی
مرغابی۔ چھچھوندر۔ مینا۔ فاختہ۔ شاما۔ گلہری۔
"بچّہ" اور "پلّا" جانوروں میں مشترک ہیں۔
بلبل کی تذکیر و تانیث میں اختلاف ہے۔ بعض اسے مذکر قرار دیتے ہیں بعض مؤنث

بے جان کی تذکیر و تانیث

دنیا میں بعض زبانیں اس لحاظ سے بہت خوش قسمت ہیں کہ ان میں تذکیر و تانیث کا سرے سے جھگڑا ہی نہیں۔ لیکن اردو اس معاملہ میں بڑی بدنصیب ہے۔ اس میں نہ صرف جانداروں کی تذکیر و تانیث کے امتیاز کی مشکلات ہیں۔ بلکہ بے جان اشیاء حتیٰ کہ خیالات کے ساتھ بھی امتیاز کا طرّہ لگا رکھا ہے اور محض اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ بعض بیجان چیزوں کو مذکر قرار دے کر ان کے مقابلہ میں مؤنث بھی تجویز کئے گئے ہیں۔ مثلاً پھول کے کلی۔ دوپٹے کے لئے اوڑھنی۔ کوٹ کے لئے واسکٹ۔ ہتھوڑے کے ہتھوڑی۔ ٹوکرے کے لئے ٹوکری۔ کنگھے کے لئے کنگھی۔ پیالے کے لئے پیالی۔ صندوقچے کے لئے صندوقچی۔ بقچے کے لئے بقچی۔ تھیلے کے لئے تھیلی

بعض الفاظ کی تذکیر و تانیث

۱- اردو میں تذکیر کی علامت بالعموم الف یا ہ ہے۔ جیسے سونا۔ لوہا۔ چیلا۔ پودا بوریا۔ ملکہ۔ بندہ۔ نشانہ۔ پروانہ (تحریر) لیکن بعض الفاظ جن کے آخر میں الف ہے۔ مؤنث شمار کئے جاتے ہیں مثلاً گھٹا۔ چھالیا۔ گنگا۔ کھٹیا وغیرہ۔

۲- اگر لفظ کے آخر میں ی ہو تو وہ عام طور پر مؤنث ہوتا ہے مثلاً نیکی۔ بدی۔

چھری۔ چھتری۔ سوئی۔ لیکن گھی۔ پانی۔ موتی۔ جی بمعنی وغیرہ مذکر ہیں۔

نوٹ:۔ دہی کے متعلق اختلاف ہے بعض لوگ اسے مذکر مانتے ہیں۔ اور بعض مؤنث لیکن ترجیح تذکیر ہی کو ہے۔

۳۔ چند خاص اسموں کے لئے کچھ قاعدے درج ذیل ہیں:۔

(۱) حروف تہجی میں یہ اکتیس مذکر مانے جاتے ہیں۔

(۱) ح۔ بھ۔ دھ۔ ڈھ۔ س۔ ش۔ ص۔ ض۔ ع۔ غ۔ ق۔ ک۔ گ۔ ل۔ لھ۔ م۔ مھ۔ ن۔ نھ۔ و۔ ی[۱]۔ باقی سب مؤنث۔

(۲) زبانوں کے نام عموماً مؤنث ہوتے ہیں مثلاً عربی۔ فارسی۔ اردو۔ انگریزی سنسکرت وغیرہ۔

(۳) ستاروں اور سیاروں کے نام مذکر ہوتے ہیں مثلاً مریخ۔ زہرہ۔ زحل مشتری۔ عطارد۔ وغیرہ۔ لیکن زمین مونث ہے۔

(۴) نمازوں کے نام (فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشا) مؤنث مانے جاتے ہیں۔

(۵) دنوں کے نام مذکر قرار دئے گئے ہیں۔ البتہ جمعرات مونث ہے۔

نوٹ:۔ (ا) جب اسم صفت کے آخر میں الف ہو۔ اس کی تانیث کے لئے الف کو ی میں بدل دیتے ہیں جیسے اچھا سے اچھی۔ بُرا سے بُری

(ب) بعض الفاظ دونوں طرح استعمال کئے جاتے ہیں جیسے طرز اور فکر۔

(ج) کبھی ایک ہی لفظ مختلف معنی دیتا ہے تو ایک معنی کے لحاظ سے مذکر ہوتا ہے۔ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے مؤنث مثلاً لب بمعنی "ہونٹ" مذکر ہے اور بمعنی "مونچھ" مؤنث ہے

لبیں بڑھ رہی ہوں نہ ڈاڑھی چڑھی ہو ازار اپنی حد سے نہ آگے بڑھی ہو

---

[۱] واؤ کو بعض لوگ مؤنث مانتے ہیں۔

یا مثلاً کان بمعنی "عضوِ جسم" مذکر اور بمعنی "معدن" (دھاتیں وغیرہ نکلنے کی جگہ) مونث۔

(۳) بعض لفظ مذکر اور مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں مثلاً "سنہری"۔ "لڑاکا" اور "بھاری" جیسے لڑاکا مرد۔ لڑاکا عورت۔ بھاری پتھر گرا۔ بھاری اینٹ گری۔ سنہری کتاب لاؤ۔ سنہری ورق لو۔

۴۔ ایسے انگریزی الفاظ کی جنس جن کے مترادف بھی اُردو میں مستعمل ہیں اپنے مترادف کے مطابق ہوگی۔ مثلاً گورنمنٹ (سرکار یا حکومت) کلاس (جماعت) بوتل۔ مشین۔ چمنی مونث ہیں اور سیٹ۔ کوٹ۔ بوٹ۔ لیمپ۔ پوسٹ کارڈ مذکر۔

نوٹ:۔ اپیل۔ ایڈیشن اور کمیشن مختلف فیہ ہیں لیکن ترجیح تذکیر کو ہے۔

۵۔ عموماً فارسی کے وہ الفاظ جو "ش" پر ختم ہوتے ہیں۔ اُردو میں مونث قرار دیئے جاتے ہیں مثلاً آسائش۔ آرائش۔ بارش۔ گزارش۔ سفارش۔ آمیزش۔ کوشش۔ بخشش کشمکش وغیرہ لیکن جوش۔ خروش۔ ہوش۔ سرپوش وغیرہ مذکر ہیں۔

۶۔ بعض آلاتِ حرب کے فارسی نام اُردو میں بطور مونث استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً تیغ۔ شمشیر۔ کمان۔ کمند۔ سپر۔ وغیرہ۔

۷۔ بعض عربی الفاظ کے آخر میں "ۃ" ہوتی ہے جو اُردو میں "ہ" کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس قسم کے الفاظ عموماً مذکر سمجھے جاتے ہیں مثلاً زُبدہ۔ نسخہ۔ خلاصہ اندوہ۔ صفحہ۔ وغیرہ۔ البتہ جن کے آخر میں تائے تانیث ہوتی ہے وہ مونث ہوتے ہیں مثلاً زوجہ۔ ملکہ۔ خادمہ۔ حسینہ۔ جمیلہ وغیرہ۔

۸۔ عربی سے آئے ہوئے بعض الفاظ جن کے آخر میں الف ہوتا ہے۔ مذکر مانے جاتے ہیں مثلاً تقاضا۔ تماشا۔ مدعا۔ افترا۔ مداوا۔ وغیرہ۔ مگر تمنّا۔ وفا۔ قضا۔ حیا۔ عطا وغیرہ مونث ہیں۔

۹۔ **فاعلہ** کے وزن پر آنے والے الفاظ عموماً مذکر سمجھے جاتے ہیں مثلاً

حافظہ۔ حادثہ۔ واقعہ۔ ہاضمہ وغیرہ۔

۱۰۔ عربی کے اسمائے آلہ میں بعض مذکر مانے جاتے ہیں اور بعض مونث مثالیں دیکھیے:۔

مذکر:۔ معیار۔ مقیاس۔ مصداق۔ منبر۔ مصقل۔

مؤنث:۔ مقراض۔ مسواک۔ میزان۔ محراب۔ مشعل۔

نوٹ:۔ معراج اور مضراب دونوں طرح مستعمل ہیں۔

۱۱۔ جن عربی مصدروں کے آخر میں "ت" ہوتی ہے۔ انہیں عموماً مؤنث قرار دیا جاتا ہے۔ مثلاً شہرت۔ قوت۔ عزت۔ ذلت۔ حکمت وغیرہ۔

۱۲۔ تفعیل کے وزن پر آنے والے الفاظ بالعموم مؤنث سمجھے جاتے ہیں مثلاً تقدیر۔ تدبیر۔ تحریر۔ تقریر۔ تاخیر۔ تقدیم۔ تنظیم۔ تقسیم۔ تعظیم۔ تفہیم۔ تہذیب ترغیب۔ ترتیب۔ تعلیق۔ توفیق۔ تحقیق۔ تدقیق۔ تعمیل۔ تکمیل۔ تحلیل وغیرہ مگر تعویذ مذکر ہے۔

اب عربی کے کچھ ایسے مصدر دئے جاتے ہیں جن کے وزن پر اردو میں آنے والے الفاظ کچھ مذکر مانے جاتے ہیں اور کچھ مؤنث۔

۱۳۔ **تفعّل** مذکر:۔ تعصب۔ تعزز۔ تصنع۔ تکلم۔ تبسم۔ تکلف۔ تصرف۔ تصوف۔ توکل۔ تبرک۔
مونث:۔ توجہ۔ توقع۔ تضرع۔ تہجد۔

۱۴۔ **تفاعُل** مذکر:۔ تعاقب۔ توارد۔ تجاہل۔ تقابل۔ تغافل۔ تعارف۔ تلاطم۔
مونث:۔ تواضع۔

۱۵۔ **تفعلہ** مذکر:۔ تجربہ۔ تذکرہ۔ تبصرہ۔ تصفیہ۔ تجزیہ۔
مونث:۔ تربیت۔ تعزیت۔ تقویت۔ تہنیت۔

۱۶۔ **افعال** مذکر:۔ انعام۔ احسان۔ اقدام۔ الزام۔ انکار۔ اقرار۔ افلاس۔ اجلاس
مونث:۔ انشاء۔ ایذا۔ امداد۔ افراط۔ ایجاد۔

۱۷۔ **افتعال** مذکر۔ اعتقاد۔ اعتماد۔ اقتدار۔ انتظام۔ اہتمام۔ امتحان۔ اعتراف
مونث۔ التجا۔ احتیاط۔ احتیاج۔ ابتدا۔ اقتدا۔

۱۸۔ **انفعال** مذکر۔ انحصار۔ انکسار۔ اندمال۔ انحطاط۔ انصراف۔
مونث۔ انتہا۔ انجلا۔ انقضا۔ انحنا۔

۱۹۔ **استفعال** مذکر۔ استقلال۔ استکمال اضمحلال۔ استکبار۔ استفہام۔
مونث۔ استمداد۔ استغفار۔ استدعا۔ استعداد۔ استسقاء

۲۰۔ **مفاعلہ** مذکر۔ معاملہ۔ مباحثہ۔ مشاعرہ۔ مقابلہ۔ مشاہدہ۔ مکالمہ۔ محاورہ
مناقشہ۔ مناظرہ۔

مونث:۔ معاشرت۔ موافقت۔ مراسلت۔ مخالفت۔ مصاحبت۔

نوٹ:۔ تذکیر و تانیث کا مفصل حال حضرت جلال لکھنوی کے رسالے "مفید الشعرا" سے معلوم ہوگا۔

تعداد
(وحدت و جمعیت)

تعداد کے معاملے میں بھی ہمیں بہت کچھ دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اوّل تو واحد اور جمع کی شناخت کے لئے کوئی کلیہ قاعدہ نہیں۔ پھر واحد سے جمع بنانے کا کوئی جامع اصول نہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ استعمال میں بہت اختلاف ہے تاہم کچھ قاعدے بیان کئے جاتے ہیں۔

اُردو میں شمار کی رُو سے اسم دو طرح کا ہوتا ہے۔ اوّل واحد دوم جمع اکیلی چیز کو واحد کہتے ہیں اور ایک سے زیادہ چیزیں جمع کہلاتی ہیں۔ عربی میں دو کے لئے علیحدہ لفظ بنتا ہے جسے تثنیہ کہتے ہیں لیکن اُردو میں تثنیہ کا رواج نہیں البتہ بعض تثنیہ الفاظ اُردو میں مستعمل ہیں۔ مثلاً والدین۔

جانبین۔ طرفین۔ قطبین۔ فریقین وغیرہ۔

ہماری زبان میں جمع کی علامتیں زیادہ تر یہ ہیں۔

(۱) یائے مجہول (۲) واوِ مجہول (۳) وں (۴) ؤں (۵) اں (۶) یں۔ (۷) ئیں۔

مذکر کی جمع (۱) اگر کسی اسم کے آخر میں علامتِ تذکیر یعنی الف یا ہائے مختفی ہو تو اس کو یائے مجہول سے بدل دیتے ہیں۔ مثلاً

واحد۔ لڑکا۔ پودا۔ گھوڑا۔ مُرغا۔ انڈا۔ قاعدہ۔ فائدہ۔ مراسلہ۔ تختہ۔ نقشہ

جمع۔ لڑکے۔ پودے۔ گھوڑے۔ مُرغے۔ انڈے۔ قاعدے۔ فائدے۔ مراسلے۔ تختے۔ نقشے۔

مگر راجا۔ آبا۔ آشنا۔ بیٹا۔ دانا۔ شناسا۔ دریا۔ صحرا۔ ہُما۔ دانا۔ اِس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔

(۲) اگر آخر میں الف اور نونِ غنّہ (اں) ہو تو الف کو یائے مجہول سے بدل دیتے ہیں۔ مثلاً سماں سے سمیں۔ کنوآں سے کنوئیں۔ رواں سے روئیں۔ دُھواں سے دھوئیں سے

نالہ اک دم میں اڑا دے گا دُھواں چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا

لیکن اگر اں سے پہلے ی ہو تو الف کو حذف کر کے ی پر ایک ہمزے کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً دایاں سے دائیں۔ بایاں سے بائیں۔

(۳) اگر مذکورہ بالا علامتوں میں سے کوئی نہ ہو تو واحد اور جمع یکساں رہیں گے۔ مثلاً

واحد:۔ مرد آیا۔ باغ لگایا۔ پیڑ اُگایا۔ گھر لُٹا۔ پتھر پڑا۔

جمع:۔ مرد آئے۔ باغ لگائے۔ پیڑ اُگائے۔ گھر لُٹے۔ پتھر پڑے۔

مونث کی جمع (۱) جس اسم کے آخر میں علامت تانیث یعنی ی ہو۔ اس میں اں کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً

واحد۔ لڑکی۔ نیکی۔ گھوڑی۔ تھالی۔ بھٹیاری۔ بکری۔

جمع۔ لڑکیاں۔ نیکیاں۔ گھوڑیاں۔ تھالیاں۔ بھٹیاریاں۔ بکریاں۔

(۲) اگر اسم کے آخر میں حرف الف یا حرف واؤ ہو۔ تو ئیں کا اضافہ کرتے ہیں مثلاً

واحد۔ دوا۔ غذا۔ ہوا۔ گھٹا۔ خوشبو۔ جورو۔ بہو۔

جمع۔ دوائیں۔ غذائیں۔ ہوائیں۔ گھٹائیں۔ فضائیں۔ خوشبوئیں۔ جوروئیں۔ بہوئیں

(۳) اگر اسم کے آخر میں یا ہو تو۔ الف کے بعد نون غنہ بڑھاتے ہیں مثلاً:۔

واحد:۔ چڑیا۔ گڑیا۔ پڑیا۔ چوہیا۔ بڑھیا۔

جمع:۔ چڑیاں۔ گڑیاں۔ پڑیاں۔ چوہیاں۔ بڑھیاں۔

(۴) جن اسموں کے آخر میں اں یا وں آتا ہے۔ ان میں نون غنہ سے پہلے ئے کا اضافہ کیا جاتا ہے مثلاً ماں سے مائیں۔ جوں سے جوئیں۔ لوں[1] سے لوئیں مگر بھوں کی جمع بھویں آتی ہیں۔

(۵) اگر مندرجہ بالا علامتوں میں سے کوئی نہ ہو تو صرف یں بڑھاتے ہیں مثلاً

واحد:۔ تلوار۔ تصویر۔ نماز۔ زبان۔ جان

جمع۔ تلواریں۔ تصویریں۔ نمازیں۔ زبانیں۔ جانیں۔

واحد۔ رات۔ بات۔ چھت۔ گاجر۔ کیل۔

جمع۔ راتیں۔ باتیں۔ چھتیں۔ گاجریں۔ کیلیں۔

حروف عاملہ کے ساتھ جمع بنانے کے قاعدے

(۱) کسی اسم کے بعد کوئی حرف عامل آ جائے۔ تو بلا لحاظ (مذکر و مونث) وں کا

---

[1] اس لفظ کی صحیح شکل یہی ہے لیکن لو (یعنی بغیر نون غنہ) بھی کہتے ہیں۔

اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً مردوں نے۔ لڑکیوں سے۔ کتابوں سے۔ گھروں تک۔ درختوں کو اور (۲) اگر اسم کے آخر میں الف یا ہ ہو تو بالعموم اسے حذف کر کے وں لگاتے ہیں۔ مثلاً لڑکوں نے۔ بچوں کو۔ تختوں پر۔ مدرسوں تک۔ گھٹنوں سے۔ چڑوں کا لیکن (۳) بعض اسم ایسے ہیں کہ ان کے آخر سے الف کو حذف نہیں کرتے اور بجائے وں کے ؤں بڑھاتے ہیں۔ مثلاً راجاؤں نے۔ اداؤں سے۔ جناؤں نے وفاؤں میں۔ دعاؤں کی۔

نوٹ۔ ندا کی حالت میں جمع کا نونِ غنہ حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً عورتو۔ مردو بچو۔ دلبرو۔ غازیو۔ دوستو۔ دعاؤ۔ صاحبو۔ راجاؤ۔

حروف عاملہ کا اثر واحد الفاظ پر

حروف عاملہ کے آنے سے واحد الفاظ بالعموم اپنی اصلی شکل پر قائم رہتے ہیں مگر مندرجہ ذیل صورتوں میں ان کی شکل جمع کی بھی ہو جاتی ہے۔

(۱) اگر اسم کے آخر میں الف یا ہ ہو تو حروف عاملہ کی صورت میں اسے یائے مجہول سے بدل دیتے ہیں مثلاً لڑکے نے۔ پردے میں مجمع کو۔ قلعے تک۔ جلوے سے[1]

ہرچند کہ تھا وہ دیو کڑا — حلوے سے کیا منہ اس کا میٹھا

نوٹ۔ راجا۔ گھٹا۔ چنا وغیرہ۔ دادا۔ نانا۔ چچا۔ تایا۔ پھوپھا اور دیگر رشتے کے الفاظ نیز عربی کے وہ الفاظ جن کے آخر میں الف ہے۔ عام طور پر حروف عاملہ کی وجہ سے نہیں بدلتے۔

(۲) اگر کسی لفظ کے آخر میں اں ہو تو وہ یں سے بدل جاتا ہے مثلاً دھُئیں پر دھوئیں سے۔ کنوئیں تک۔ دسویں کا۔ پانچویں کو۔

(۳) اگر کسی اسم کے آخر میں ایہ ہو تو یہ کو ئے میں بدل دیتے ہیں۔ مثلاً ہمسائے نے

---

[1] دسویں اور پانچویں میں یائے مجہول ہے یائے معروف کی صورت میں یہ لفظ صفتِ عددی مرتبی ہوں گے۔

کرائے کا۔ سرائے سے۔ سائے کا سہ

ہیں مٹ گیا تو سا تقدیر سے یہ بھی مٹ گیا

سائے سے خوب حقِ رفاقت ادا ہُوا

(۴) بعض الفاظ جو دو معنوں میں مُستعمل ہیں۔ ایک معنی میں حروفِ عاملہ کی وجہ سے ان کی شکل بدل جاتی ہے۔ لیکن دوسرے معنی میں نہیں بدلتی۔ جیسے سودا

(ا) (جنوں) نے آج کل زور کر رکھا ہے

(ب) اس سودے (تجارت) میں اُسے خوب فائدہ ہُوا۔

(۵) بعض الفاظ جن کے آخر میں عین ماقبل مفتوح ہوتا ہے حروف عاملہ کے ساتھ آ کر صرف اپنا تلفظ بدل لیتے ہیں شلاً مجمع۔ موقع۔ مصرع۔ مطبع۔ مطلع مقطع یوں پڑھے جائیں گے۔

مجمع میں۔ موقع پر۔ مصرع سے۔ مطبع نے۔ مطلع کو سہ

مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات مقصود اس سے قطع محبّت نہیں مجھے

لیکن بعض لوگ ایسے لفظوں کے آگے بھی یائے مجہول بڑھا دیتے ہیں یہ صحیح نہیں۔

نوٹ:۔ واحد مونث کی صورت حروف عاملہ کے ساتھ جُوں کی تُوں قائم رہتی ہے

جمع کی دوسری صورتیں

(۱) اُردو کے بعض الفاظ کی جمع فارسی کے طور پر بھی بنا لیتے ہیں شلاً گرد و ڑسے کروڑہا

(۲) عربی میں جمع کے لئے کئی وزن آتے ہیں ان میں سے بعض اُردو میں بھی مستعمل ہیں مثلاً:۔

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
حکم	احکام	عیب	عیوب	شاعر	شعرا	سخی	اسخیا	معاملہ	معاملات

واحد۔جمع	واحد۔جمع	واحد۔جمع	واحد۔جمع	واحد۔جمع
عمل۔اعمال	نفس۔نفوس	فاضل۔فضلا	ولی۔اولیاء	مطالبہ۔مطالبات
شغل۔اشغال	ظرف۔ظروف	جاہل۔جہلا	نبی۔انبیاء	مشاہدہ۔مشاہدات
شکل۔اشکال	رقم۔رقوم	امیر۔امرا	غنی۔اغنیا	مکالمہ۔مکالمات
فعل۔افعال	علم۔علوم	فقیر۔فقراء	شقی۔اشقیا	معاہدہ۔معاہدات

نوٹ (۱) دیگر ابواب کے لئے کسی مستند عربی گرامر کی طرف رجوع کیا جائے۔

(۲) "ہندو" کی جمع عربی قاعدے سے "ہنود" ہے لیکن بعض لوگ غلطی سے اس کے ساتھ لفظ "اہل" ملا کر "اہل ہنود" کہتے ہیں یہ صحیح نہیں۔

جمع الجمع۔ کبھی جمع کو قرار دے کر پھر اس کی جمع بناتے ہیں اس کو جمع الجمع کہا جاتا ہے مثلاً

واحد	جمع	جمع الجمع
وجہ	وجوہ	وجوہات
فتح	فتوح	فتوحات
رسم	رسوم	رسومات
اہل	اہالی	اہالیان
رکن	ارکان	اراکین
عامل	عملہ	عملے

لیکن سوائے "عملہ" کے جو اصطلاحاً واحد سمجھا جاتا ہے۔ باقی الفاظ کی جمع الجمع استعمال کرنا صحیح نہیں۔

اسم جمع۔ بعض الفاظ ایسے ہیں کہ لفظاً واحد ہیں اور معنی جمع یعنی ان میں جمع کی کوئی علامت نہیں لیکن جمع کے معنی دیتے ہیں۔ ایسے الفاظ اسم جمع کہلاتے ہیں اسم جمع کی دو صورتیں ہیں۔ اول معین۔ دوم غیر معین۔

مُعیّن اسم جمع - جوڑا - درجن - کوڑی - ہفتہ - عشرہ وغیرہ - ان کی جمع بھی آتی ہے یعنی جوڑے - درجنیں - کوڑیاں - ہفتے - عشرے -

غیر مُعیّن اسم جمع - لوگ - فوج - لشکر - گروہ - قافلہ وغیرہ

نوٹ :- اسم جمع مُعیّن ہو یا غیر مُعیّن حروفِ عاملہ سے متاثر ہو جاتا ہے۔

واحد اور جمع کا استعمال

(۱) بعض الفاظ اگرچہ واحد ہیں مگر محاورے میں جمع کے طور پر آتے ہیں مثلاً

سخن دام - کرم - نصیب - کرتوت - لچھن - کوتک - درشن - اوسان - دستخط -

(۲) کبھی جمع کو واحد قرار دیا جاتا ہے مثلاً اشراف - اصول - اخبار - اولاد

احوال سے

فقیہ اور جاہل ضعیف اور توانا ... آسف کے قابل ہے احوال سب کا

(۳) قیمت - وقت - سمت - ناپ اور تول کے الفاظ کے بعد اگر کوئی حرفِ عامل آئے تو جمع کے موقع پر بھی واحد ہی استعمال کرتے ہیں - مثلاً سو روپے میں تین سال تک - چاروں طرف سے - چھ گز میں - دس سیر کا -

(۴) بعض الفاظ کی صورت جمع کی ہے - لیکن ان کا واحد کبھی استعمال میں نہیں آتا - مثلاً مسیں (ابھی تک اس کی مسیں بھیگ رہی تھیں)

(۵) بعض الفاظ واحد اور جمع دونوں طرح مستعمل ہیں - مثلاً اس کا ختنہ ہو گیا - اُس کے ختنے ہو گئے یا یہ چنا اچھا ہے - یہ چنے اچھے ہیں یا یہ گیہوں اچھا نہیں ہے - یہ گیہوں اچھے نہیں ہیں -

(۶) وہ سہ حرفی الفاظ جن کے پہلے دو حرف متحرک ہوں اور تیسرا ساکن جمع میں ان کا دوسرا حرف ساکن ہو جاتا ہے - مثلاً عمل سے عملوں - نظر سے خطروں قدم سے قدموں - نظر سے نظریں - خبر سے خبریں - غزل سے غزلیں -

(۷) بعض عربی الفاظ بحالتِ واحد مؤنث ہوتے ہیں۔ اور بحالتِ جمع مذکر مثلاً حقیقت مؤنث ہے۔ لیکن اس کی جمع یعنی "حقائق" مذکر ہے ؎

خدائی کے اسرار مکتوم رہتے   حقائق یہ سب غیر معلوم رہتے

اسی طرح دلائل (واحد دلیل) منازل (واحد منزل) شرائط (واحد شرط) معارف (واحد معرفت) مناقب (واحد منقبت)

لیکن بعض اس کے برعکس بھی ہیں یعنی واحد ہونے کی صورت میں مذکر ہوتے ہیں۔ اور جمع ہو کر مؤنث مثلاً "سانحہ" مذکر ہے لیکن اس کی جمع یعنی "سوانح" کو مؤنث استعمال کرتے ہیں جیسے "اس کی سوانح عمری پڑھنے کے لائق ہے"۔

اسم مصدر

مصدر کی ایک تعریف پہلے بیان ہو چکی ہے دوسری تعریف یوں ہے:۔

"مصدر وہ اسم ہے جس میں ہونا یا کرنا یا سہنا بلا لحاظ زمانہ پایا جائے"۔ یہ تعریف زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جتنے کام ہیں سب میں یا تو "ہونا" پایا جاتا ہے مثلاً اُٹھنا۔ بیٹھنا یا کرنا مثلاً کھانا۔ پینا یا "سہنا" مثلاً پٹنا۔ کٹنا۔

نوٹ:۔ مصدر کم سے کم سہ حرفی ہوتا ہے۔

(۲) مصدر کی علامت "نا" ہے۔ مگر ایسے الفاظ جن کے آخر میں "نا" تو ہے۔ لیکن وہ کسی کام یا حرکت کو ظاہر نہیں کرتے۔ مصدر نہیں کہلا سکتے مثلاً "تانا بانا۔ نانا۔ پرانا۔ گھرانا۔ سونا۔ (دھات) سونا (ویران) چونا۔ تنا۔ گنا وغیرہ۔

(۳) مصدر کا "نا" دور کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہ جاتا ہے اسے مادہ مصدر کہتے ہیں۔

بناوٹ کے لحاظ سے مصدر کی قسمیں

مصدر اصلی اور مصدر جعلی

باعتبار وضع (بناوٹ) مصدر کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو خاص معنی مصدری کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ مثلاً لینا۔ دینا۔ دوڑنا۔ بھاگنا۔ گرنا وغیرہ۔ ایسا مصدر اصلی کہلاتا ہے۔ دوسرے وہ جو عربی فارسی یا انگریزی وغیرہ کے الفاظ پر مصدر یا علامت مصدر بڑھا کر بنا لیا جاتا ہے مثلاً شروع کرنا۔ تشریف لانا۔ روشن کرنا۔ خوش ہونا۔ آزمائش کرنا۔ ایکٹ کرنا۔ لیکچر دینا۔ بدلنا۔ قبولنا۔ بخشنا ؎

اس جنگ زرگری سے خبردار ہم بھی ہیں
اس سیم تن سے تو نہ عبث اے رقیب بحث

ایسے مصدر کو جعلی کہتے ہیں اگر جعلی مصدر دو یا زیادہ لفظوں سے مل کر بنا ہو تو وہ مرکب کہلاتا ہے۔

جعلی مصدر بنانے کے چند قاعدے

(۱) کبھی اردو یا فارسی لفظ میں کسی قدر تغیر و تبدل یا کوئی حرف زیادہ کر کے آخر میں مصدر کا نشان لگا دیتے ہیں۔ مثلاً ٹھوکر سے ٹھکرانا۔ اُجلا سے اُجلوانا۔ لالچ سے للچانا۔ مُرکھا سے مکیانا۔ تھرتھرا سے جھنجھلانا۔ شرم سے شرمانا۔ کہن سے کہتانا۔ سائھ سے سٹھیانا[۱]۔ کفن سے کفنانا۔ دفن سے دفنانا۔ پتھر سے پتھرانا۔ چکر سے چکرانا اب ان میں سے آخری چار کا استعمال دیکھئے۔ ذوق ؎

چاک آتا ہے نظر پیراہن صبح بہار
کس شہید ناز کو دیکھا ہے کفناتے ہوئے

مقتول سے وہ نہ آئینگے یوں ہی ہوگی مری مٹی خراب
ہمدمو ! تم کیوں مرے لاشے کو دفناتے نہیں ؟

ذوق ؎

پتھرا دیا جلوے نے ترے چشم صنم کو
چکرا دیا غمزے نے ترے طواف حرم کو

---

[۱] جب آدمی بڈھا ہو جاتا ہے اور حواس بجا نہیں رہتے تو کہتے ہیں سٹھیا گیا ہے۔

(۲) کبھی فارسی سے اُردو مصدر بناتے اور اس سے فعل مشتق کرتے ہیں مثلاً۔
آزمودن سے آزمانا۔ فرمودن سے فرمانا۔ بخشیدن سے بخشنا۔ لرزیدن سے لرزنا۔
نوازیدن سے نوازنا ؎ غالبؔ

لرزتا ہے مرا دل زحمتِ مہرِ درخشاں پر
مَیں ہوں وہ قطرۂ شبنم کہ ہو خارِ بیاباں پر

حالیؔ:- نوازا بہت بے نواؤں کو تُو نے
تونگر بنایا گداؤں کو تُو نے

(۳) کبھی اس طرح مصدر بنایا جاتا ہے کہ فارسی کے دو جُزوی مصدر کے جُزوِ اوّل کو قائم رکھ کر جُزوِ ثانی کا ترجمہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً برآمدن سے برآنا فارسی کا ایک شعر ہے۔ ؎

اُمیدِ بستہ برآمد و لے چہ فائدہ زاں کہ
اُمید نیست کہ عمرِ گذشتہ باز آید

اُردو میں ایک شاعر نے کہا ہے ؎

وہ کبھی ہو گا کوئی اُمید برآئی جس کی
اپنے مطلب تو نہ اِس چرخِ کہن سے نکلے

نوٹ:- (۱) مصدرِ مرکّب اس وقت تک مرکّب نہیں سمجھا جائیگا جب تک اس میں کوئی جدید اور لطیف مفہوم پیدا نہ ہو۔

(۲) محاورے میں کبھی دو دو مصدر ایک ساتھ بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ خواہ اُن کے معنی باہم ملتے ہوں یا بالکل مختلف مثلاً چلنا پھرنا۔ دیکھنا بھالنا۔ رونا دھونا۔ اُٹھنا بیٹھنا۔ سینا پرونا۔ ایسے مصدروں میں پہلا متبُوع اور دوسرا تابع۔

معنی کے لحاظ سے مصدر کی قسمیں

لازم اور متعدی

کام کرنے والا یا جس سے فعل صادر ہو۔ فاعل کہلاتا ہے جس شخص یا چیز پر

فعل کا اثر پڑے اُسے مفعول کہتے ہیں۔ مثلاً "زید کتاب پڑھتا ہے"۔ اس جملے میں "زید" فاعل ہے اور "کتاب" مفعول۔

ایسے فعل جنہیں صرف فاعل کی ضرورت ہو۔ لازم کہلاتے ہیں مثلاً گیا۔ لیٹتے ہیں۔ اُچھلے گی۔ دوڑا تھا۔ کودا ہے۔

جن فعلوں کو فاعل کے علاوہ مفعول کی بھی ضرورت ہو۔ انہیں متعدی کہتے ہیں مثلاً پڑھا۔ لکھتے ہیں۔ کھائے گی۔ پیا تھا۔ کھایا ہے۔

وہ مصدر جن سے لازم فعل نکلتے ہیں۔ انہیں لازم مصدر کہتے ہیں اور جن سے متعدی فعل بنتے ہیں۔ وہ متعدی مصدر کہلاتے ہیں۔

متعدی مصدر کی قسمیں

اُردو میں متعدی مصدر چار طرح کا ہوتا ہے۔ اوّل وہ جو اصل میں متعدی ہی وضع کیا گیا ہو۔ مثلاً چکھنا۔ سننا۔ ٹٹولنا۔ مارنا۔ ڈالنا۔ ایسے مصدر کو متعدی بنفسہٖ کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو لازم سے متعدی بنا لیا گیا ہو مثلاً جلنا سے جلانا۔ ڈرنا سے ڈرانا۔ رونا سے رلانا۔ ہٹنا سے ہٹانا۔ چلنا سے چلانا۔ ایسا مصدر متعدی بلاواسطہ کہلاتا ہے۔ تیسرے وہ جو پہلے سے متعدی ہو۔ لیکن وہ ایک سے زیادہ مفعول چاہنے لگے مثلاً کھانا سے کھلانا۔ پہلی حالت میں مصدر کو صرف ایک مفعول کی ضرورت ہوگی۔ ایسے مصدر کو متعدی المتعدی کہتے ہیں۔

چوتھے وہ جو متعدی ہو یا متعدی المتعدی لیکن اسے کسی اور کے واسطے کی ضرورت ہو مثلاً اٹھوانا۔ کرانا۔ لکھانا۔ دلانا۔ دلوانا۔ سلانا۔ سلوانا۔ پڑھوانا۔ پکڑوانا۔ ایسا مصدر متعدی بالواسطہ کہلاتا ہے۔

لازم مصدر سے متعدی بنانے کے طریقے۔ مصدر لازم سے متعدی

بنانے کے لئے کوئی خاص قاعدہ نہیں تاہم ذیل کے قاعدے اس معاملے میں کچھ رہنمائی کر سکتے ہیں۔

(۱) کبھی علامتِ مصدر سے پہلے الف زیادہ کرتے ہیں۔ مثلاً بڑھنا سے بڑھانا۔ چلنا سے چلانا۔ ہنسنا سے ہنسانا۔ لبنا سے لبانا۔ ہلنا سے ہلانا۔

(۲) کبھی دوسرے حرف کے بعد الف زیادہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً اُچھلنا سے اُچھالنا۔ اُکھڑنا سے اُکھاڑنا۔ اُبھرنا سے اُبھارنا۔ اُبلنا سے اُبالنا۔ اُترنا سے اُتارنا۔

(۳) کبھی حرفِ اوّل کی حرکت کے مطابق حرفِ علت بڑھاتے ہیں۔ یعنی پہلا حرف

(ا) مضموم ہو تو واؤ زیادہ کرتے ہیں مثلاً رُکنا سے روکنا۔ کھُلنا سے کھولنا۔

(ب) مکسور ہو تو یائے مجہول یا معروف مثلاً پھرنا سے پھیرنا۔ چِرنا سے چیرنا اھ

(ج) مفتوح ہو تو الف مثلاً مرنا سے مارنا۔ پلنا سے پالنا۔

(۴) کبھی ایک مصدر کو دو طرح متعدی بناتے ہیں مثلاً دبنا سے دابنا۔ اور دبانا۔ پھٹنا سے پھوڑنا اور پھاڑنا۔

(۵) کبھی ایک مصدر کے دو معنے ہوں تو اختلافِ معنی کے سبب مختلف طور پر متعدی بناتے ہیں مثلاً گھلنا سے گھولنا (حل کرنا) اور گھلانا (رفتہ رفتہ ضائع کرنا)

ع گھول کر شہد میں دشمن مجھے سم دیتے ہیں۔ ــــ ۵

گھلاتے ہیں کوشش میں تاب و تواں کو گھلاتے ہیں محنت میں جسم اور جان کو

(۶) کبھی دوسرے حرف کے بعد یائے مجہول زیادہ کرتے ہیں مثلاً سمٹنا سے سمیٹنا۔ بکھرنا سے بکھیرنا۔

(۷) کبھی دوسرے حرف کے بعد یائے معروف بڑھاتے ہیں مثلاً گھسٹنا سے گھسیٹنا۔

(۸) کبھی دوسرے حرف کو واؤ مجہول سے بدل دیتے ہیں مثلاً دھلنا سے دھونا۔
(۹) کبھی علامتِ مصدر سے پہلے واؤ مجہول زیادہ کرتے ہیں مثلاً چھٹنا سے چھوٹنا۔
(۱۰) بعض مصدر لازم کچھ ہیں اور متعدی کچھ مثلاً رہنا لازم اور رکھنا متعدی پڑنا لازم اور ڈالنا متعدی۔ ٹوٹنا لازم اور توڑنا متعدی۔
(۱۱) اگر مصدر چار حرفی ہو اور دوسرا حرف حرفِ علت تو اس کی جگہ لا بڑھاتے ہیں مثلاً رونا سے رلانا۔ سونا سے سلانا۔
(۱۲) اگر مصدر پنج حرفی ہو اور دوسرا حرف حرفِ علت تو اس کو گرا کر علامتِ مصدر سے پہلے الف زیادہ کرتے ہیں مثلاً تیرنا سے ترانا۔ بھاگنا سے بھگانا
(۱۳) بعض مصدروں میں سے حرفِ علت کو گرا کر علامتِ مصدر سے پہلے الف یا لا کا اضافہ کرتے ہیں مثلاً بیٹھنا سے بٹھانا یا بٹھلانا مگر دوسری شکل زیادہ تر نظم میں آتی ہے۔
نوٹ:۔ قواعد ۱۱، ۱۲، ۱۳ متعدی سے متعدی المتعدی بنانے کے کام بھی آتے ہیں مثلاً (۱) کھانا سے کھلانا۔ پینا سے پلانا (۲) چاٹنا سے چٹانا۔ چھوڑنا سے چھڑانا (۳) دیکھنا سے دکھانا یا دکھلانا۔ سیکھنا سے سکھانا یا سکھلانا۔
(۱۴) کبھی لازم مصدر سے پہلے لفظ "لے" بڑھا کر متعدی کے معنی پیدا کئے جاتے ہیں مثلاً بھاگنا سے لے بھاگنا۔ ڈوبنا سے لے ڈوبنا ع۔

ہم تو ڈوبے ہیں ولے تم کو بھی لے ڈوبیں گے

مصدر متعدی سے متعدی بالواسطہ بنانے کے طریقے

(۱) علامتِ مصدر سے پہلے الف زیادہ کیا جاتا ہے مثلاً کرنا سے کرانا لکھنا سے لکھانا۔
(۲) ایسے مصدروں میں جن کا دوسرا۔ تیسرا یا چوتھا حرفِ علت ہو۔

اسے حذف کر کے علامتِ مصدر سے پہلے واؤ اور الف (وا) کا اضافہ کرتے ہیں مثلاً (ا) چھاپنا سے چھپوانا۔ کھولنا سے کھلوانا۔ پیٹنا سے پٹوانا۔ پیسنا سے پسوانا۔ بھیجنا سے بھجوانا لیکن بیچنا سے بکوانا آتا ہے۔ (ب) اُٹھانا سے اُٹھوانا بچھانا سے بچھوانا۔ کمانا سے کموانا۔ نچوڑنا سے نچڑوانا۔ دھکیلنا سے دھکیلوانا (ج) پہچاننا سے پہچنوانا۔ اٹکانا سے اٹکوانا۔

نوٹ :- (۱) چرانا میں علامتِ مصدر سے پہلے "وا" اصلی ہے۔ اضافہ کا نہیں سہو ہو رہے تھے دودمانِ علم و دولت جاں بلب   تو نے اک اک کے چرایا حلق میں آبِ بقا

(۲) یہ بھی واضح رہنا چاہیئے کہ لازم مصدر سے متعدّی اور ہر متعدّی سے متعدّی المتعدی یا متعدی بالواسطہ نہیں آتا مثلاً آنا۔ جانا۔ پانا۔ لینا۔ فرمانا۔ گھبرانا۔ لڑکھڑانا۔ بلبلانا۔ تلملانا۔ رُوٹھنا اور کئی دیگر مصدر ایسے ہیں جو کبھی اپنی شکل نہیں بدلتے۔

اجزا کی کمی بیشی اور خواص کے لحاظ سے مصدر کی قسمیں

مصدر مُجرّد اور مصدر مزید فیہ

مُجرّد۔ وہ مصدر ہے کہ اگر اس میں کچھ کمی ہو جائے تو وہ مصدر نہ رہے۔ مثلاً آنا۔ جانا۔ لکھنا۔ پڑھنا۔ ہونا۔

مزید فیہ۔ وہ مصدر ہے جو مجرّد مصدر پر کچھ حروف کا اضافہ کر کے بنایا جاتا ہے۔ مثلاً ہونا سے ہو چکنا۔ ہو لینا۔ ہو جانا۔ ہوتا رہنا۔ ہُوا کرنا وغیرہ

دونوں قسم کے مصدروں سے جو فعل بنتے ہیں اُن کا استعمال جُدا جُدا ہے۔ مثلاً

میں ہجر میں مرنے کے قریں ہو ہی چکا تھا   تم وقت پہ آ پہنچے نہیں ہو ہی چکا تھا

یہاں اگر شاعر "ہو ہی چکا تھا" کی جگہ "ہُوا تھا" کہتا تو خوبیِ کلام فصاحت ہو جاتی۔ کیونکہ یہی فعل پورے شعر کی جان ہے۔

مصدرِ مزید کی شکلیں

مصادرِ مزید فیہ اور ان کے افعال کا عجب حال ہے کبھی ایک ٹکڑا لازم ہوتا ہے اور دوسرا متعدی اور کبھی اس کے برعکس۔ ان کی مختلف صورتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) بعض مزید فیہ مصدر ایسے دو مجرّد مصدروں سے بنتے ہیں جن میں پہلا لازم ہوتا ہے اور دوسرا متعدّی مثلاً اُٹھنے دینا۔ بیٹھنے دینا۔ آنے دینا۔ جانے دینا۔ سونے دینا ؎

رات بھر کیں دل بے تاب نے باتیں مجھ سے   رنج و محنت کے گرفتار نے سونے نہ دیا

(۲) بعض ایسے دو اجزا سے بنتے ہیں کہ پہلا متعدّی ہوتا ہے۔ دوسرا لازم مثلاً پڑھنا پڑا۔ لکھنا پڑا۔ لینا پڑتا ہے۔ دینا پڑے گا۔ ڈھونا پڑے گا۔ ؎

رہا دوستی پر نہ تکیہ کسی کو   بس اب دل سے شکووں کو دھونا پڑے گا

(۳) کبھی دونوں اجزا لازم ہوتے ہیں مثلاً مرجانا۔ جل اُٹھنا۔ گزر جانا ؎

کہتے ہیں آج ذوقؔ جہاں سے گزر گیا   کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

(۴) کبھی دونوں متعدی ہوتے ہیں مثلاً کرنے دینا۔ لانے دینا۔

(۵) بعض میں دو متضاد اجزا جمع ہوجاتے ہیں مثلاً اُٹھ بیٹھنا۔ آجانا۔

(۶) بعض میں تکرار ہوتی ہے مثلاً لے لینا۔ دے دینا۔

اسمِ مشتق

اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اسمِ مشتق کسی اور کلمے سے نکلتا ہے عموماً اس کا سرچشمہ مصدر ہوتا ہے۔ البتہ بعض اسمائے مشتق دوسرے کلموں سے بھی نکلتے ہیں۔ اس کی پانچ قسمیں ہوتی ہیں۔

(۱) اسمِ فاعل (۲) اسمِ مفعول (۳) اسمِ کیفیت (۴) اسمِ معاوضہ (۵) اسمِ حالیہ۔

۱-۱ اسم فاعل

فاعل اور اسم فاعل کا فرق۔ فاعل کی تعریف پہلے آ چکی ہے یعنی وہ جس سے فعل سرزد ہو۔ اور اسم فاعل وہ ہے جو فعل سے بنتا ہے اور اس کے معنی کام کرنے والے کے ہوتے ہیں مثلاً "زید نے پڑھا"۔ اس جملے میں "زید" سے پڑھنے کا فعل وقوع میں آیا اس لئے "زید" فاعل ہے اسم فاعل نہیں لیکن اس فعل کے تعلق سے جو لفظ زید کے لئے استعمال کیا جائے (یعنی "پڑھنے والا") اسے اسم فاعل کہیں گے۔

بنانے کا قاعدہ۔ اردو میں اسم فاعل علامت مصدر کے الف کو یائے مجہول سے بدل کر "والا" بڑھانے سے بنتا ہے مثلاً جانا سے جانے والا۔ بیچنا سے بیچنے والا لکھنا سے لکھنے والا۔ گانا سے گانے والا۔ دوڑنا سے دوڑنے والا۔

نوٹ۔ جمع مذکر کے لئے والا کا الف یائے مجہول سے اور واحد مؤنث کے لئے یائے معروف سے بدل دیتے ہیں مثلاً جانے والا۔ جانے والی۔ بیچنے والے بیچنے والی جمع مونث کے لئے واحد مونث پر اں کا اضافہ کرتے ہیں مثلاً جانے والیاں بیچنے والیاں

عربی کے کئی اسم فاعل اردو میں مستعمل ہیں ان میں سے اکثر لفظ "فاعل" کے وزن پر آتے ہیں۔ پس عربی کا جو لفظ "فاعل" کے وزن پر آئے اُسے عام طور پر اسم فاعل ہی سمجھنا چاہیئے مگر چونکہ عربی میں مصدر کئی طرح کے ہیں۔ اس لئے ان کے اسم فاعل بھی کئی طرح آتے ہیں ذیل میں چند مشہور اوزان دیئے جاتے ہیں:۔

۱۔ فاعل:۔ نائب۔ طالب۔ غالب۔ غائب۔ کاتب۔ وارث۔ زاہد۔ شاہد۔ عابد۔ وارد۔ والد۔ شاکر۔ حاضر۔ ناظر۔ صادر۔ صابر۔ حافظ۔ بائع۔ واقع۔ دافع مانع۔ واقف۔ عارف۔ رازق۔ لائق۔ جاہل۔ حامل۔ داخل۔ شامل۔ عامل۔ قاتل۔ مائل حاکم۔ خادم۔ ظالم۔ عالم۔ ناظم۔ خائن۔ ساکن۔ ضامن وغیرہ۔

۲۔ فاعلہ۔ باصرہ۔ جامعہ۔ حادثہ۔ داخلہ۔ ذائقہ۔ سامعہ۔ صاعقہ۔ ضابطہ۔ رابطہ

فاتحہ۔ فاطمہ۔ خادمہ۔ طالبہ۔ زاہدہ۔ شاہدہ۔ عابدہ۔ والدہ۔ شاکرہ۔ صابرہ۔ حافظہ
عالمہ۔ قاتلہ۔ وارثہ۔ لامسہ۔ ناظرہ وغیرہ۔

۳۔ **مُفعِل**: مُرشِد۔ مُوجِد۔ مُفلِس۔ مُخلِص۔ مُنصِف۔ مُشفِق۔ مُشرِک۔ مُشکِل۔ مُرسِل
مُقبِل۔ مُجرِم۔ مُسلِم۔ مُنعِم۔ مُحسِن۔ مُومِن[1]۔ مفسد۔ مُنکِر۔ مُخبِر۔ مُدرِک۔ مُبدِع وغیرہ۔

۴۔ **مُفعِّل**۔ مُخرِّب۔ مُرتِّب۔ مُجدِّد۔ مُصوِّر۔ مُؤثِّر۔ مُجوِّز۔ مُبلِّغ۔ مُصنِّف۔ مُؤلِّف۔
مُحقِّق وغیرہ

۵۔ **مُتفعِّل**۔ مُتردِّد۔ مُتفکِّر۔ مُتعلِّق۔ مُتحمِّل۔ مُتوسِّل۔ مُتوکِّل۔ مُتأمِّل۔ مُتکلِّم۔ مُتوجِّہ وغیرہ۔

۶۔ **مُتفاعِل**۔ مُتواتِر۔ مُتجاوِز۔ مُتواضِع۔ مُتصادِم۔ مُتوازی وغیرہ۔

۷۔ **مُفاعِل**۔ مُحاسِب۔ مُناسِب۔ مُعالِج۔ مجاہد۔ مُسافِر۔ مُحافِظ۔ مُخالِف۔ مُنافِق
مُوافِق۔ مُقابِل وغیرہ۔

۸۔ **مُنفعِل**۔ مُنجمِد۔ مُنعقِد۔ مُنحصِر۔ مُنقطِع۔ مُنحنی وغیرہ۔

۹۔ **مُفتعِل**۔ مُضطرِب۔ مُشتعِل۔ مُعتدِل۔ مُبتدی وغیرہ

۱۰۔ **مُستفعِل**۔ مُستقبِل۔ مُستغیث۔ مُستفید۔ مُستطیل۔ مُستقیم وغیرہ۔

نوٹ:۔ (۱) عربی اسم فاعل کا تلفظ بہت احتیاط سے کرنا چاہیئے۔

(۲) اگر ماقبل آخری (حرف علت ہو) تو اس کی زیر اس سے پہلے حرف کو مل جاتی ہے اور وہ خود ساکن ہو جاتا ہے جیسے مُستغیث۔ مُستفید وغیرہ ہیں۔

عربی میں پیشے کے تعلق سے جو لفظ پیشہ وروں کو دیئے جاتے ہیں وہ اکثر اسم مبالغہ کے وزن پر آتے ہیں۔ ان میں سے بعض اردو میں اسم فاعل کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً خیاط۔ نجار۔ صباغ۔ بزاز۔ حمال۔ دلال۔ حجام۔ قصاب۔ جراح۔ سیاح وغیرہ۔ مولانا حالی نے چند پیشہ وروں کے نام ایک

---

[1] اردو میں اس کا املا "مومن" ہے۔

بندیں جمع کئے ہیں سے

حکومت ملی اُن کو صفّار جو تھے — امامت کو پہنچے وہ قصّار جو تھے
وہ قطب زماں ٹھہرے عطّار (بھٹیارا) جو تھے — بنے مرجع خلق نجّار (دھوبی) جو تھے
ابوالفضل یاں اُٹھے سرّاج (زین ساز) کتنے — ابوالوقت ہو گزرے حلّاج (دھنیا) کتنے

مگر اُردو میں پیشے کا نام اور ہوتا ہے۔ پیشہ ور کا لقب کچھ اور مثلاً حجامت بنانے والے کو نائی کہتے ہیں۔ کپڑا سینے والے کو درزی۔ سبزی بیچنے والے کو کنجڑا۔ کپڑا بُننے والے کو جلاہا۔ لکڑی کا کام کرنے والے کو بڑھئی۔ مٹی کے باسن بنانے والے کو کمہار علیٰ ہذا القیاس۔ البتہ دھوبی میں پیشے کی طرف اشارہ ہے اسی طرح لُہار اور سُنار بھی اپنے اپنے پیشوں کا کسی قدر اظہار کر رہے ہیں۔

بعض فارسی اسم فاعل بھی اُردو میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً پرندہ ۔ چرندہ ۔ درندہ ۔ دہندہ ۔ نمائندہ وغیرہ

اسم فاعل سماعی اور ترکیبی

بعض مشتق الفاظ ایسے ہیں۔ کہ اسم فاعل کے مقررہ اوزان میں سے کسی کے مطابق نہیں ہیں۔ لیکن اسم فاعل کے معنی دیتے ہیں۔ اس کو اسم فاعل سماعی کہتے ہیں۔ مثلاً چورا۔ چوٹا۔ لیٹرا۔ چرواہا۔ جوتا (جوتنے والا) لیوا (لینے والا) یہ عموماً لفظ "نام" کے ساتھ آتا ہے (جیسے نام لیوا) لیکن جو کسی خاص قاعدے کے مطابق بنائے جائیں۔ وہ اسم فاعل قیاسی کہلاتے ہیں مثلاً دوڑنے والا بیچنے والا۔

کبھی دو لفظوں کو ملا کر فاعلی معنی پیدا کرتے ہیں مثلاً راہ چلتا۔ دودھ پیتا۔ بن بٹا۔ کھٹ بنا۔ ایسی صورت میں اسم فاعل ترکیبی کہلاتا ہے۔

کبھی "ہار" بھی اسم فاعل کے معنے دیتا ہے۔ اس کو علامتِ مصدر کا الف دُور کر کے آگے لگا دیتے ہیں مثلاً پالن ہار۔ ہون ہار (ہونہار) مرن ہار۔ جان ہار وغیرہ۔

نوٹ:- اسم فاعل ترکیبی سماعی اور قیاسی دونوں طرح کا ہو سکتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اسم فاعل سماعی محض ترکیبی ہو۔ اس لئے کہ سماعی مرکب اور مفرد دونوں شکلوں میں ہو سکتا ہے۔

فارسی کے بہت سے ترکیبی اور سماعی اسم فاعل اُردو میں مستعمل ہیں مثلاً جانور، نامور، ہُنرور، سخنور، مزدور (جو اصل میں مُزدور تھا) غمناک۔ نمناک۔ المناک۔ دردناک۔ اندوہ ناک۔ پرہیزگار، خدمتگار، راہ گیر۔ راہ رو۔ خزانچی۔ مشعلچی۔ دل کُشا۔ دل رُبا۔ عقلمند۔ دولتمند وغیرہ۔

نوٹ:- صفتِ مُشبہ اور اسم فاعل میں یہ فرق ہے کہ اسم فاعل میں فعل ایک عارضی وصف ہوتا ہے اور صفتِ مُشبہ میں ذاتی۔ یا یُوں سمجھ لیجئے کہ اسم فاعل میں فعل ایک امتیازی بات ہوتی ہے اور صفتِ مُشبہ میں لازم۔

۲۔ اسم مفعول

مفعول اور اسم مفعول کا فرق۔ مفعول کی تعریف پہلے بیان ہو چکی ہے یعنی وہ جس پر فعل کا اثر پڑے مثلاً زید نے خط لکھا۔ اس جملے میں لکھنے کا اثر چونکہ خط پر پڑا اس لئے "خط" مفعول ہے لیکن اس فعل کے تعلق سے جو نام خط کو دیا جائے۔ یعنی "لکھا ہُوا" اُسے اسم مفعول کہیں گے۔

نوٹ:- اسم مفعول عام طور پر متعدی مصدر سے بنتا ہے۔

بنانے کا قاعدہ۔ اُردو میں اسم مفعول مادہ مصدر پر الف بڑھا کر ہُوا لگانے سے بنتا ہے مثلاً مارنا سے مارا ہُوا۔ کاٹنا سے کاٹا ہُوا۔ لیکن اگر مادۂ مصدر کے آخر میں الف یا واوِ مجہول ہو تو اس کے آگے "یا" بڑھا کر "ہُوا" لگاتے ہیں۔ مثلاً کھانا سے کھایا ہُوا۔ لانا سے لایا ہُوا۔ کھونا سے کھویا ہُوا۔

نوٹ:- جمع مذکر میں "ہُوا" سے پہلے کے الف کو یائے مجہول میں بدل دیتے ہیں اور "ہُوا" کو "ہوئے" میں مثلاً مارے ہوئے بنائے ہوئے۔ لیکن اگر مادۂ مصدر کے

آخر میں الف یا واؤ مجہول ہو تو جمع مذکر کی صورت میں "ئے" کا اضافہ کر کے "ہوئے" لگاتے ہیں۔ مثلاً کھائے ہوئے۔ لائے ہوئے۔ کھوئے ہوئے۔

واحد مونث کے لئے مجہول کے بجائے یائے معروف لگائی جاتی ہے۔ مثلاً کھائی ہوئی۔ جمع مونث کے لئے بجائے "ہوئی" کے "ہوئیں" لگا لیتے ہیں۔ مثلاً ماری ہوئیں۔ کاٹی ہوئیں۔ کھائی ہوئیں۔ لائی ہوئیں۔ کھوئی ہوئیں۔

عربی کے بھی بہت سے اسم مفعول اردو میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر لفظ مفعول کے وزن پر آتے ہیں۔ پس عربی کا جو لفظ "مفعول" کے وزن پر آئے اسے عام طور پر اسم مفعول ہی سمجھنا چاہیئے۔ مگر چونکہ عربی میں مصدر کئی طرح کے ہیں اس لئے ان کے اسم مفعول بھی کئی طرح کے آتے ہیں۔ ذیل میں چند مشہور اوزان دئے جاتے ہیں۔

۱۔ **مفعول**: محبوب۔ مرغوب۔ مجروح۔ مفتوح۔ ممدوح۔ مردود۔ مسدود۔ مفقود۔ محمود۔ معبود۔ مجبور۔ مشہور۔ مذکور۔ مسرور۔ منظور۔ ملبوس۔ محبوس۔ منقوش۔ معروض۔ مقروض۔ مرفوع۔ موضوع۔ موقوف۔ محذوف۔ موصوف۔ مصروف۔ معقول۔ مقبول۔ مقتول۔ مشغول۔ مرحوم۔ مرقوم۔ مخدوم۔ مکتوم۔ منظوم۔ مجنون۔ مرہون۔ ممنون۔ مضمون وغیرہ۔

۲۔ **مفعولہ**: مشمولہ۔ مسموعہ۔ مقسومہ۔ ممدوحہ۔ موسومہ۔ محمودہ۔ مذکورہ۔ معروضہ۔ موصوفہ۔ مقتولہ۔ مرحومہ۔ مخدومہ۔ مجنونہ۔ مرہونہ وغیرہ۔

۳۔ **مُفَعَّل**: مُرکّب۔ مُقرّب۔ مُہذّب۔ مُثلّث۔ مُروّج۔ مُوخّر۔ مُعطّر۔ مُتقدّمہ۔ مُکرّر۔ مُقرّر۔ مُقدّس۔ مُرتّب۔ مُکرّم۔ مُعظّم۔ مُسلّم۔ مُقدّم وغیرہ

۴۔ **مُفعَل**: مُسند۔ مُرسل۔ مُجمل۔ مُلزم۔ مُدغم وغیرہ

۵۔ **مُفتعَل**: مُستند۔ مُختمد۔ مُختبر۔ مُنتظر۔ مُحترم۔ مُشتہر وغیرہ۔

۶۔ **مُستفعَل**: مُستعمل۔ مُستحکم۔ مُستحسن۔ مُستعار۔ مُستثنیٰ وغیرہ۔

نوٹ:- (۱) عربی اسم مفعول کا تلفظ بڑی احتیاط چاہتا ہے۔ (۲) اگر اسم فاعل کے آخر الف (حرفِ علت ہو) تو وہ اپنی زبر اپنے سے پہلے حرف کو دے دیتا ہے جیسے مُستعار میں (۳) بعض اسم مفعول اسم فاعل یا صفتِ مشبہ کے معنی دیتے ہیں۔ مثلاً پڑھا لکھا مرد پڑھی ہوئی عورت۔

بعض فارسی اسم مفعول بھی اردو میں مستعمل ہیں مثلاً دیدہ۔ دالستہ۔ نوشتہ آزمودہ خستہ۔ آزردہ۔ فریفتہ۔ گرویدہ۔ کاشتہ۔ نگاشتہ وغیرہ۔

اسم مفعول سماعی اور ترکیبی

بعض مشتق الفاظ ایسے ہیں کہ اسم مفعول کے مقررہ اوزان میں سے کسی کے مطابق نہیں ہوتے لیکن اسم مفعول کے معنی دیتے ہیں۔ ان کو اسم مفعول سماعی کہتے ہیں یہ مرکب ہوتے ہیں اور مفرد بھی مثلاً کن پھٹا۔ سر پھرا۔ منہ کٹا۔ نکما۔ بیاہتا۔

فارسی کے بھی کئی اسم مفعول ترکیبی اردو میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً دل گرفتہ غمزدہ ستم زدہ۔ نازپروردہ۔ خداساز۔ شاہ نواز۔ پاانداز۔ گرفتار دل پذیر شاہزادہ وغیرہ۔

۳۔ اسم کیفیت
(حاصل مصدر)

جس لفظ سے کسی چیز کی حالت یا کسی فعل کا اثر ظاہر ہو اُسے اسم کیفیت کہتے ہیں۔ جب یہ لفظ مصدر سے بنتا ہے تو اسے حاصل مصدر کہتے ہیں۔

اسم کیفیت یا حاصل مصدر بنانے کا کوئی کلیہ قاعدہ نہیں یہ کبھی تو مصدر سے بنتا ہے اور کبھی دوسرے اسموں سے کچھ قاعدے ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں:-

(۱) کبھی اسم صفت پر "پن" بڑھا کر اسم کیفیت بنا لیتے ہیں مثلاً احمق پن۔ دیوانہ پن۔

(۲) کبھی اسم ذات میں کچھ تغیر کرکے "پن" لگا دیتے ہیں مثلاً بچپن۔ لڑکپن۔
(۳) کبھی اسم صفت میں کسی قدر تصرف کرکے "پا" یا "پت" بڑھا لیا جاتا ہے مثلاً بڑھاپا۔ مٹاپا۔ سیان پت۔ کنوار پت۔
(۴) کبھی فارسی یا عربی سے آئے ہوئے اسم صفت پر "ی" کا اضافہ کر لیتے ہیں مثلاً گرم سے گرمی۔ نرم سے نرمی۔ ناراض سے ناراضی۔ جوان سے جوانی۔ حیران سے حیرانی۔
(۵) اگر فارسی صفت کے آخر میں ہائے مختفی ہو تو اُسے "گی" میں بدل کر اسم کیفیت بنا لیتے ہیں مثلاً زندہ سے زندگی۔ مُردہ سے مُردگی۔ پژمُردہ سے پژمُردگی۔ خستہ سے خستگی۔ آزردہ سے آزردگی۔
(۶) کبھی مادّہ مصدر بھی اسم کیفیت (حاصل مصدر) کا کام دیتا ہے۔ مثلاً بول۔ تول۔ تڑپ۔ چمک۔ مار۔ پھوٹ۔ اُونگھ۔ بگڑ۔ لگاڑ۔ پہچان۔
(۷) کبھی دو مادّوں کو ملا لیتے ہیں مثلاً جان پہچان۔ لین دین۔ چھین جھپٹ۔ دیکھ بھال۔ بھاگ دوڑ۔
(۸) کبھی علامتِ مصدر کا الف دُور کرکے مثلاً جلن۔ چلن۔ تھکن۔ چبھن۔ لگن۔ دھڑکن۔ اُلجھن۔ دکھن۔
(۹) کبھی مادّہ مصدر پر "ؤ" یا "اؤ" بڑھا کر مثلاً بچاؤ۔ دباؤ۔ جھکاؤ۔ بہاؤ۔ چڑھاؤ۔
(۱۰) کبھی مادّے کے بعد الف زیادہ کرکے مثلاً کہا۔ سُنا۔ جھگڑا۔
(۱۱) کبھی ایک ہی مادّے کی تکرار سے مثلاً بک بک۔
(۱۲) بعض مادّوں میں تغیر کرکے مختلف علامتیں بڑھا لیتے ہیں مثلاً بکواس۔ بہلاوا۔ بناوٹ۔ سلائی۔
(۱۳) کبھی مصدر کچھ ہوتا ہے اور اسم کیفیت کچھ مثلاً "سونا" مصدر ہے اور "نیند" اسم کیفیت۔

(۴) بعض مصدروں سے دو دو حاصل مصدر بنتے ہیں مثلاً لوٹنا سے لوٹ اور لوٹس۔ جلنا سے جلن اور جلاپا۔ لیکن دونوں کے معنوں میں کسی قدر فرق ہوتا ہے۔
(۵) فارسی کے اکثر حاصل مصدر اُردو میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً بخشش۔ سازش آزمائش۔ آمیزش۔ دانائی۔ رسائی۔ بینائی۔ نماز۔ انداز۔ پرداز۔ دریافت۔ برداشت بازگشت۔ پیش رفت۔ جستجو۔ گفتگو۔ آمد و رفت۔ پیچ و تاب۔ سوز و گداز۔ کشاکش۔ کش مکش۔ دیدار۔ رفتار۔ گفتار وغیرہ۔
نوٹ:۔ (۱) اُردو میں اسمائے کیفیت بالعموم مؤنث سمجھے جاتے ہیں اور کبھی مذکر بھی
(۲) بعض اسمائے کیفیت مرزا سودا کی جدت طرازی کا نتیجہ ہیں۔ لیکن ان کے سوا شاید ہی کسی اور نے ان کا استعمال کیا ہو مثلاً پڑھنت۔ کڑنت۔ لڑنت۔ بھڑکنت۔ لپٹنت وغیرہ۔ (۳) مذکورہ بالا کے علاوہ اور بھی کئی اسمائے کیفیت اُردو میں مستعمل ہیں۔

۴۔ اسم معاوضہ

وہ اسم جو کسی خدمت یا محنت کے بدلے کا نام ہو۔ اسے اسم معاوضہ کہتے ہیں۔
بنانے کا قاعدہ:۔ مصدر متعدی بلاواسطہ اور متعدی المتعدی سے علامت مصدر حذف کر کے ئی لگا دیتے ہیں۔ مثلاً رنگائی۔ دھلائی۔ سلائی۔ پکوائی۔ کٹائی وغیرہ
فسانۂ آزاد میں ایک ظریف کہتا ہے:۔

حجامت بنانے کو آیا تھا نائی! حجامت بناتے ہی مانگی رزائی!
مثل مجھ کو اس وقت یہ یاد آئی کہ دمڑی کی بڑھیا ٹکا سر منڈائی

نوٹ:۔ (۱) اسم معاوضہ ہمیشہ مؤنث ہوتا ہے (۲) مصدر متعدی بالواسطہ سے بھی اسم معاوضہ آتا ہے لیکن کم اور لازم اور متعدی بنفسہٖ کبھی نہیں آتا (۳) بعض مصدروں سے اسم کیفیت اور اسم معاوضہ ایک ہی شکل میں آتے ہیں اُن کا فرق استعمال سے معلوم ہو سکتا ہے مثلاً۔ اس قمیص کی سلائی اچھی نہیں ہوئی۔ ۲۔ کیوں جی خلیفہ صاحب! اس قمیص کی سلائی کیا لیجئے گا؟

اسم حالیہ

وہ اسم جو فاعل یا مفعول کی حالت ظاہر کرے۔ اسم حالیہ کہلاتا ہے مثلاً روتا بیٹھتا مُسکراتا۔ اُچھلتا۔ کودتا۔

بنانے کے قاعدے (۱) علامتِ مصدر کو "تا" میں بدل دینے سے اسم حالیہ بن جاتا ہے مثلاً مُسکرانا سے مُسکراتا۔ پڑھنا سے پڑھتا۔ لکھنا سے لکھتا۔ دوڑنا سے دوڑتا۔ دیکھنا سے دیکھتا۔

نوٹ:- جمع مذکر کے لئے اسم حالیہ کے آخر کا الف یائے مجہول سے، اور واحد اور جمع مؤنث کی صورت میں یائے معروف سے بدل دیتے ہیں مثلاً اُچھلنا سے اُچھلتے اور اُچھلتی (۲) کبھی لفظ "ہوا" بھی زیادہ کرتے ہیں مثلاً وہ ہنستا ہوا آ رہا تھا۔ جمع مذکر کے لئے "ہوئے" اور واحد اور جمع مؤنث کے لئے "ہوئی" بڑھاتے ہیں۔ (۳) کبھی اسم حالیہ مکرر بھی آتا ہے مثلاً ؎

جی میں آئی کہ گھر سے نکل ٹہلتا ٹہلتا ذرا باغ چل

لیکن اسم حالیہ مکرر آئے تو لفظ "ہوا" نہیں بڑھاتے۔ (۴) کبھی اسم حالیہ واحد مذکر کے لئے بھی بہ شکل جمع مذکر آتا ہے مثلاً ع۔ "دور ساغر نرے عہد میں چلتے دیکھا۔ ؎

ہنستے ہنستے تو کیا قتل گنہگاروں کو رو دیا دیکھ کے جلاد نے زنداں خالی

(۵) فارسی اسم حالیہ بھی اردو میں مستعمل ہیں مثلاً اُفتاں۔ خیزاں۔ گریاں۔ خنداں۔ گویاں ؎

گرا اُفتاں و خیزاں سو ٹھالے بھی اب ہم تو پہنچے بھلا جا کے منزل پہ کب ہم

فعل

فعل ناقص- فعل کی دو قسموں یعنی لازم اور متعدی کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ لیکن اس کی ایک تیسری قسم ہے جسے فعل ناقص کہتے ہیں۔ فعل لازم کا اثر کسی دوسرے شخص

یا چیز پر نہیں پڑتا. بلکہ صرف اس کے فاعل کی ذات تک محدود رہتا ہے. متعدی کا اثر فاعل کے علاوہ مفعول پر بھی پڑتا ہے لیکن فعل ناقص وہ ہے جو کسی پر اثر نہ ڈالے بلکہ کسی پر اثر کو ثابت کرے۔ اسی بنا پر فعل ناقص کے فاعل کو فاعل نہیں کہتے۔ بلکہ اس کو مُبتدا یا اسم کہا جاتا ہے مثلاً "زید بیمار ہے" اس جملے میں "ہے" فعل ناقص ہے[۱]۔ زید "مُبتدا" اور "بیمار" اُس کی خبر[۲]۔

فعل ناقص کی شناخت یہ ہے کہ جب تک مُبتدا کے علاوہ کوئی اور اسم یا صفت اس کے ساتھ نہ ملے وہ پورا مطلب نہیں دیتا۔

ناقص کے معنی ہیں نامکمل۔ اس کے برعکس لازم اور فعل متعدی کو تام (مکمل) کہتے ہیں۔

متکلم۔ حاضر۔ غائب۔ جو شخص اپنی بات کچھ کہے اُسے متکلم کہتے ہیں جس سے بات کی جائے اُسے مخاطب یا حاضر کا نام دیا جاتا ہے اور جس کے متعلق کچھ کہا جائے (چاہے وہ پاس ہو یا دُور) وُہ غائب کہلاتا ہے۔

گردان۔ ایک ہی فعل کی متکلم حاضر اور غائب کے لحاظ سے مختلف حالتیں بیان کرنے کو گردان کہتے ہیں۔ ہر حالت صیغہ[۳] کہلاتی ہے۔

"ہے" کی مختلف حالتیں :-

جمع متکلم	واحد متکلم	جمع حاضر	واحد حاضر	جمع غائب	واحد غائب
ہم عاجز ہیں	مَیں مُسافر ہُوں	تم بیمار ہو	تو خوش ہے	وہ پریشان ہیں	وہ حاضر ہے

---

[۱] بعض اہلِ قواعد "ہے" کو حرفِ ربط کہتے ہیں۔ خود مولوی فتح محمد خاں خلطِ مبحث میں پڑ گئے ہیں ایک جگہ اس کا نام "اسم فعل" قرار دیتے ہیں اور دوسری جگہ "فعل ناقص"

[۲] ۔ مُبتدا یا اسم اور خبر وغیرہ کا مفصل حال حصّہ نحو میں بیان کیا جائے گا۔

[۳] ۔ صیغہ لغت میں ڈھلی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔

"تھا" کی مختلف حالتیں :-

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر :-	وہ حاضر تھا	وہ پریشان تھے	تو خوش تھا	تم بیمار تھے	میں مسافر تھا	ہم عاجز تھے
مؤنث :-	" " تھی	" " تھیں	" " تھی	" " تھیں	" " تھی	" " تھیں

"سہی"[1] ایک ایسا لفظ ہے جو کبھی تو فعل ناقص کا کام دیتا ہے اور کبھی فعل کے ساتھ زائد آتا ہے اس کی نہ جمع ہوتی ہے نہ تذکیر و تانیث۔ ذیل کی مثالوں سے اس کے متعلقات استعمال معلوم ہو سکتے ہیں :-

"وہ نیک سہی۔ ہم بد سہی۔ وہ لائق سہی۔ دیکھو تو سہی۔ سنو تو سہی۔"

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے — کچھ نہیں تو عداوت ہی سہی
کچھ تو دے اے فلک نا انصاف — آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی
ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے — بے نیازی تری عادت ہی سہی
ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق — نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی
نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا — گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

ہے اور تھا کے علاوہ ہونا۔ ٹھہرنا۔ بننا۔ نکلنا۔ رہنا۔ پڑنا۔ لگنا۔ ہو جانا۔ بن جانا۔ نظر آنا۔ دکھائی دینا۔ معلوم ہونا سے بھی ناقص افعال بنتے ہیں ان میں سے ہونا کے افعال تو ہمیشہ ناقص ہوتے ہیں لیکن باقی مصدروں کے افعال کبھی تام ہوتے ہیں۔ اور کبھی ناقص۔

	ناقص	تام
۱ -	میں گنہگار ٹھہرا	اس کام کا معاوضہ کیا ٹھہرا ؟

---

[1] یہ وہ "سہی" نہیں جو سہنا (برداشت کرنا) سے بنتا ہے جیسے اس مصرع میں :-
یہ سب سہا پر ایک نہیں کی نہیں سہی

۲- حامد عالم بنا — تمہارا کام خوب بنا
۳- وہ تو نرا احمق نکلا ۔ — میں صبح سویرے گھر سے نکلا
۴- کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا — اکبر میرے ہاں دس دن رہا
۵- موہن اور سوہن ہنس پڑے — کل رات بہت اولے پڑے
۶- ہمارا دوست امیر کبیر بن گیا — میرا مکان بن گیا
۷- تمہیں یہ شہر اچھا لگا ؟ — اسے پتھر لگا ۔
۸- وہ دیوانہ ہو گیا ہے — اکرم میرے ہاں ہو گیا ہے ۔
۹- اشرف بیمار نظر آتا ہے — وہ آج یہاں نظر نہیں آتا
۱۰- یہ لڑکا کافی ہوشیار دکھائی دیتا ہے — وہ آج اس جماعت میں دکھائی نہیں دیتا
۱۱- عذرا عقلمند معلوم ہوتی ہے — مجھے تمہاری آنکھ میں سرخی معلوم ہوتی ہے

زمانے- زمانے تین ہوتے ہیں (۱) موجودہ جو حال کہلاتا ہے (۲) گزرا ہوا جسے ماضی کہتے ہیں (۳) آنے والا جو مستقبل کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ فعل ان تینوں زمانوں میں اس طرح آتا ہے۔

۱- حال :- اصغر یہاں صبح سویرے آتا ہے ؎

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے — کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخی دوراں سے

۲- ماضی :- گلاب آیا اور اس نے کھانا کھایا ؎

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب — ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

۳- مستقبل :- جگدیش پرسوں ضرور آئے گا ؎

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور — اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

ان کے علاوہ فعل کی مندرجہ ذیل مزید تین صورتیں ہوتی ہیں :-

۴- مضارع- یہ زمانہ حال اور زمانہ مستقبل کا مرکب ہوتا ہے مثلاً اگر آپ کہیں

تو وہ یہاں آئے یعنی آپ کہیں تو وہ اب آئے یا کل پرسوں یا پھر کبھی ۔

گبر نفرت کرے آگاہ اگر حال سے ہو شرم آتی ہے جو کہتے ہیں مسلماں مجھ کو

۵۔ امر ۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ حکم کے لئے آتا ہے یا پھر فرمائش کے لئے مثلاً زاہد ا یہاں آؤ ۔ ؎

کرو کچھ کہ کرنا ہی کچھ کیمیا ہے مثل ہے کہ کرنے کی سب بدّیا ہے

۶۔ نہی ۔ اس میں کام کے نہ کرنے کا حکم ہوتا ہے مثلاً صابرا یہاں مت آؤ ۔ اس کو نہ چھیڑو ۔ ؎

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی ! تجھے اٹھکیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

ماضی کی قسمیں

۱۔ مُطلق :۔ کائنات کی پیدائش سے اس وقت تک جو زمانہ گزر چکا ہے ۔ وہ سب ماضی ہے البتہ اس میں قُرب اور بعد پایا جاتا ہے ۔ اگر ماضی میں زمانے کے قُرب اور بُعد کا لحاظ نہ ہو اور محض گزرنا سمجھا جائے تو اس کو ماضی مُطلق کہتے ہیں مثلاً آیا ۔ گیا ؎

کسی کو ہم نے یاں اپنا نہ پایا جسے پایا اسے بیگانہ پایا

۲۔ قریب ۔ اور اگر پاس کا گزرا ہُوا زمانہ ہو تو اسے ماضی قریب کہا جاتا ہے مثلاً آیا ہے ۔ دوڑا ہے ؎

پُھونکا ہے فصلِ گل نے صُور آ کے پھر چمن میں اِک حشر سا ہے برپا مُرغانِ نغمہ زن میں

۳۔ بعید ۔ اور اگر مدّت کا گزرا ہُوا زمانہ سمجھا جائے تو ماضی بعید مثلاً آیا تھا ۔ دوڑا تھا ؎

ہاں واں بھی شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا
لے گیا تھا گور میں ذوقِ تن آسانی مجھے

۴۔ شرطی یا تمنّائی ۔ اس میں شرط یا آرزو پائی جاتی ہے ۔ آتا ۔ دوڑتا ؎

ہے یقیں زہر ہلاہل مجھ کو دینے آشنا   گر میں حالِ نزع میں بھی جام شربت مانگتا

۷۔ **استمراری یا ناتمام:**۔ استمرار جاری رہنے کو کہتے ہیں۔ ناتمام سے بھی عدم تکمیل پائی جاتی ہے یہ ماضی ایسی ہے جس میں کام کا جاری رہنا زمانہ گذشتہ میں پایا جاتا ہے مثلاً آتا تھا۔ دوڑتا تھا ؎

پاتے تھے چین کب غمِ دوری سے گھر میں ہم   راحت وطن کی یاد کریں کیا سفر میں ہم!

۶۔ **احتمالی یا شکی:**۔ اس میں احتمال پایا جاتا ہے مثلاً آیا ہوگا۔ دوڑا ہوگا ؎

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں   خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں

فعل کی ان سب قسموں کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے شجرۂ ذیل کو دیکھئے۔

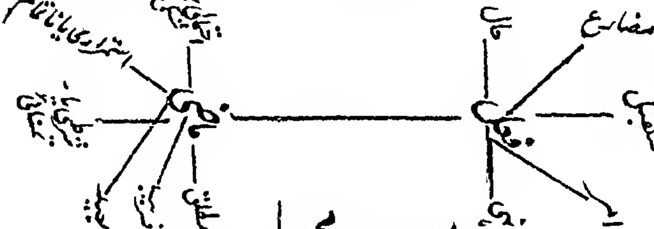

معروف و مجہول

فعل اپنے فاعل کے لحاظ سے دو طرح کا ہوتا ہے (۱) معروف اور (۲) مجہول۔

جس فعل کا فاعل مذکور و معلوم ہو[۱] اسے معروف کہتے ہیں اور جس کا فاعل معلوم نہ ہو اسے مجہول[۲]

فعل مجہول ہمیشہ متعدی ہوتا ہے۔ اس میں مفعول فاعل کی جگہ کام کرتا ہے اور "مفعول مالم یسم فاعلہ" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ فعل معروف کی مثال ؎

اک یہاں جینے سے بیزار ہمیں ہیں یارب   یا اسی طرح سے سب عمر بسر کرتے ہیں۔

اس شعر میں "بسر کرتے ہیں" کا فاعل "سب" یعنی "سب لوگ" معلوم ہے اس لئے یہ فعل معروف ہے۔

---

[۱] جانا پہچانا ہوا [۲] نامعلوم

فعل مجہول کی مثال ؎

کاش اک جام بھی سالک کو پلایا جاتا
اِک چراغ اور سرِ راہ جلایا جاتا

اس شعر میں معلوم نہیں ہوتا کہ سالک کو جام پلانے والا اور سرِ راہ چراغ جلانے والا کون شخص ہوتا۔ صرف پلائے جانے اور جلائے جانے کا ذکر ہے پس "پلایا جاتا" اور "جلایا جاتا" مجہول افعال ہیں۔ اور "جام" اور "چراغ" ان کے مفعول مالم یسمّی فاعلہٗ۔

مُثبت اور منفی

فعل میں یا تو کام کا ثبوت یعنی ہونا پایا جاتا ہے یا عدم ثبوت یعنی نہ ہونا۔ پہلی صورت میں فعل کو مُثبت کہتے ہیں۔ دوسری میں منفی۔ مثلاً "میں نے سبق پڑھا۔" "پڑھا" فعل مُثبت ہے۔ "انور نے سبق نہیں پڑھا" "نہیں پڑھا" فعل منفی ہے۔ فعل امر میں نفی کی صورت آجائے تو اُسے فعل نہی کہتے ہیں۔

افعال کے بنانے کے قاعدے گردانیں اور استعمال

عام طور پر لازم افعال کے صیغوں کی تذکیر و تانیث اور وحدت و جمعیت فاعل کے لحاظ سے ہوتی ہے یعنی فعل لازم مختلف حالتوں میں اس لئے مذکر یا مونث واحد یا جمع کہلاتا ہے کہ اس کا فاعل مذکر یا مونث واحد یا جمع ہوتا ہے مثلاً زید آیا۔ حمیدہ بولی۔ مرد دوڑے۔ عورتیں ہنسیں یا مثلاً بادل گرجا۔ بجلی چمکی۔ اولے پڑے۔ بوندیں برسیں۔

متعدی افعال کی تذکیر و تانیث اور وحدت و جمعیت کبھی تو فاعل کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ مثلاً حامد کھانا لایا۔ محمود گھر گیا اور کبھی مفعول کے اعتبار سے مثلاً میں نے خط لکھا۔ اس نے کتاب پڑھی۔ دو مفعول ہوں تو عموماً اعتبار دوسرے

کا ہوتا ہے۔ مثلاً میں نے حامد کو گھڑی دی۔ اس نے اپنی بہن کو انعام دیا۔

لیکن جب مفعول ایک ہی ہو اور اس کے بعد "کو" آ جائے تو فعل ہمیشہ واحد اور مذکر آتا ہے مثلاً میں نے گھوڑے کو مارا۔ ہم نے گھوڑوں کو مارا۔ تونے گھوڑی کو مارا۔ تم نے گھوڑیوں کو مارا۔ انہوں نے فقیروں کو ستایا۔

مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایسے افعال میں ہر چند صیغے کی صورت بلحاظ تذکیر و تانیث اور وحدت و جمعیتِ مفعول بدل جاتی ہے۔ لیکن چونکہ فاعل مذکور ہوتا ہے اس لئے جب صیغے کو واحد یا جمع۔ مذکر یا مونث کہیں گے تو باعتبارِ فاعل کہیں گے۔

نوٹ:۔ بعض افعال میں مذکر اور مونث کے صیغے الگ الگ ہوتے ہیں۔ لیکن اہلِ لکھنؤ کے نزدیک ایسی صورتوں میں متکلم کے جمع مذکر اور جمع مونث کے صیغے ایک ہی ہیں۔ یعنی وہاں عورتیں بھی مردوں کی طرح کہتی ہیں۔ "ہم جائیں گے۔" "ہم پڑھتے ہیں۔" "ہم دوڑے۔" "ہم گئے تھے۔" "ہم آئے ہوں گے۔"

۱۔ فعل امر

بنانے کا عام قاعدہ۔ مصدر کی علامت دُور کرنے سے امر رہ جاتا ہے یا یوں سمجھ لیجئے کہ مادۂ مصدر ہی امر کا کام دیتا ہے مثلاً دوڑنا سے دَوڑ۔ لانا سے لا۔ دینا سے دے۔ لینا سے لے۔ ہونا سے ہو۔

اُردو میں فعل امر کے حقیقت میں دو ہی صیغے ہیں ایک واحد حاضر کا اور دوسرا جمع حاضر کا اور یہی دونوں مذکر اور مونث کے لئے استعمال ہوتے ہیں لیکن بعض لوگوں نے دو صیغے (واحد اور جمع) غائب کے لئے بھی قرار دیئے ہیں۔ اس طرح کل چار صیغے ہوئے جمع حاضر کے لئے واوِ مجہول کا اضافہ کرتے ہیں۔ واحد غائب کے لئے یائے مجہول اور جمع غائب کے لئے یائے مجہول اور نون غنہ دیں) کا۔ لیکن اگر مادۂ مصدر کے آخر

یں الف یا واؤ ہو تو اضافہ کرنے سے پہلے ہمزہ بڑھا لیتے ہیں اور اگر یائے مجہول ہو تو اسے حذف کر دیتے ہیں۔ مثلاً لینا سے جمع حاضر "لو" اور دینا سے "دو"

نوٹ :- (۱) ہونا سے واحد اور جمع حاضر نیز واحد غائب تینوں صورتوں میں "ہو" آتا ہے اور جمع غائب کے لئے "ہوں" (۲) ان سب صیغوں کے لئے گردانیں دیکھئے جو نیچے درج ہیں :-

گردانیں

(دوڑنا سے فعل امر)

		واحد	جمع
مذکر و مؤنث	حاضر	(تو) دوڑ	(تم) دوڑو
	غائب	(وہ) دوڑے	(وہ) دوڑیں

(لانا سے)

		واحد	جمع
مذکر و مؤنث	حاضر	(تو) لا	(تم) لاؤ
	غائب	(وہ) لائے	(وہ) لائیں

(دینا سے)

مذکر و مؤنث	حاضر	(تو) دے	(تم) دو
	غائب	(وہ) دے	(وہ) دیں

(ہونا سے)

مذکر و مؤنث :-	حاضر	(تو) ہو	(تم) ہو
	غائب	(وہ) ہو	(وہ) ہوں

فعل امر بنانے کے دیگر قواعد (۱) کبھی مادۂ مصدر کے آخر میں یو بڑھا کر بھی امر واحد حاضر بنا لیتے ہیں مثلاً دوڑیو۔ لائیو۔ کھائیو۔ لکھیو۔ پڑھیو۔ لیکن پینا

سینا اور ہونا سے اس قسم کے امر کے لئے جیو کا اضافہ کرکے پیجیو۔ سیجیو۔ ہوجیو بنا لیتے ہیں۔ لینا اور دینا کی صورت میں پہلے یائے مجہول کو معروف میں بدلتے ہیں اور پھر جیو لگا کر لیجیو اور دیجیو بنا لیتے ہیں۔ کرنا سے اس قسم کا امر کیجیو آتا ہے۔

جن مادوں کے آخر میں الف یا واؤ ہو۔ اُن میں یو سے پہلے ہمزہ مکسور بڑھاتے ہیں مثلاً آئیو۔ جائیو۔ کھائیو۔ سوئیو۔ چھوئیو۔

نوٹ:۔ اس قسم کے امر کے صیغہائے غائب اور جمع حاضر نہیں آتے۔ (۲) اُردو میں حاضر کے لئے تعظیماً بجائے تُو اور تم کے لفظ آپ[1] استعمال کرتے ہیں اور اس کے لئے صیغۂ جمع غائب لاتے ہیں۔ مثلاً آپ دوڑیں۔ آپ لائیں۔ آپ کھائیں آپ لکھیں۔ آپ پڑھیں۔ آپ بیٹھیں۔ آپ سیئیں۔ آپ ہوں۔ آپ لیں۔ آپ دیں۔ آپ کریں (۳) تعظیمی امر کے لئے کبھی مادّہ مصدر پر "یے" کا اضافہ بھی کرتے ہیں اور اس کے لئے تبدیلیاں اُسی طرح کی جاتی ہیں جس طرح جیو کے لئے مثلاً دوڑیے۔ پڑھیئے۔ لائیے کھائیے۔ پیجئے۔ سیجئے۔ ہوجئے۔ لیجئے۔ دیجئے۔ کیجئے (۴) کبھی "یے" پر گا کا مزید اضافہ کرتے ہیں۔ مثلاً دوڑیے گا۔ پڑھیئے گا۔ لائیے گا۔ کھائیے گا۔ پیجئے گا۔ سیجئے گا۔ ہوجیئے گا دیجئے گا۔ کیجئے گا ؎

میں بھی جوں نقشِ پا ہوں چشم براہ   خوش خرامی ادھر بھی کیجئے گا

(۵) کبھی مصدر بھی امر حاضر کا کام دیتا ہے لیکن اس کا اطلاق فوراً زمانۂ حال پر نہیں ہوتا مثلاً ہمارے ہاں آنا۔ تم ان کے پیچھے جانا ؎

تم جاننا کہ بزم میں اِک خستہ جاں نہ تھا   کچھ میری بے خودی سے تمہارا زیاں نہیں

استعمال (۱) بسا اوقات مخاطب آنکھ کے سامنے موجود نہیں ہوتا یا خارج میں اس کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ پھر بھی اس کے لئے امر استعمال کیا جاتا ہے ؎

---

[1] غالباً اُردو کے سوا دُنیا کی کسی اور زبان میں اس قسم کا کوئی تعظیمی لفظ نہیں ہے زیادہ ادب ملحوظ ہو تو اردو میں "جناب" کہتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ کے لئے "حضور"

بس اے نا اُمیدی نہ یُوں دِل بُجھا تُو　　جھلک اے اُمید اپنی آخر دکھا تُو
ذرا نا اُمیدوں کی ڈھارس بندھا تُو　　فسردہ دلوں کے دِل آکر بڑھا تُو
ترے دم سے مُردوں میں جانیں پڑی ہیں　　جلی کھیتیاں تُو نے سرسبز کی ہیں

(۲) کبھی مخاطب غیر معیّن ہوتا ہے۔ مثلاً ؎

قفس میں جی نہیں لگتا کسی طرح　　لگا دو آگ کوئی آشیاں کو

غالبؔ ؎

پُوچھتے ہیں وہ کہ غالبؔ کون ہے　　کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

(۳) کبھی امرِ مرکّب سے جزوِ ثانی حذف کر دیتے ہیں مثلاً ؎

ڈر ہے دلوں کے ساتھ اُمیدیں بھی پِس نہ جائیں۔ اے آسیائے گردشِ لیل و نہار بس

"بس" اصل میں ہے "بس کر" ؎

مدد اے جذبۂ توفیق کہ یاں　　ہو چکا کام توانائی کا

"مدد" اصل میں ہے "مدد کر"

(۴) امر کے بعض صیغے تنبیہ کے مقام پر بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً دیکھ۔ دیکھو۔ سُن۔ سنو۔

۴۔ فعلِ نہی

بنانے کا قاعدہ۔ امر سے پہلے "نہ" یا "مت" لگانے سے فعلِ نہی بن جاتا ہے مثلاً دوڑ سے "نہ دوڑ" یا "مت دوڑ"۔ لا سے "نہ لا" یا "مت لا"۔

گردانیں
(دوڑنا سے فعلِ نہی)

	واحد	جمع
مذکر و مؤنث:- حاضر	(تُو) مت دوڑ	(تُم) مت دوڑو
غائب	(وہ) مت دوڑے	(وہ) مت دوڑیں

(لانا سے)

مذکر و مؤنث:- حاضر (تُو) مت لا (واحد) (تُم) مت لاؤ (جمع)
غائب (وُہ) مت لائے (وُہ) مت لائیں

(دینا سے)

مذکر و مؤنث:- حاضر (تُو) مت دے (تُم) مت دو
غائب (وُہ) مت دے (وُہ) مت دیں

(ہونا سے)

مذکر و مؤنث:- حاضر (تُو) مت ہو (تُم) مت ہو
غائب (وُہ) مت ہو (وُہ) مت ہوں۔

استعمال (۱) "مت" جس طرح نہی کے آغاز میں آتا ہے اسی طرح بعد میں بھی آتا ہے مثلاً بولو مت۔

(۲) "کبھی نہیں" کو فعل امر کے بعد لگا کر فعل نہی بنا لیتے ہیں۔ مثلاً جھگڑو نہیں ؎
ہمدم ہو تم میری حالت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں — دیکھ لو چہرے کی رنگت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں

(۳) کبھی کلام میں فعل کو حذف کر کے صرف "نہیں" سے فعل نہی کا کام لیتے ہیں۔ مثلاً کھیلو مگر ہر وقت نہیں۔

(۴) مصدر پر "نہ" اور "مت" واقع ہو کر فعل نہی کا کام دیتے ہیں مثلاً ؎

میری قبر کو تم نہ مسجد بنانا ! — نہ تربت پہ میری کبھی سر جھکانا
میری منزلت سے نہ مجھ کو بڑھانا — خدا سے نہ ہرگز کہیں جا بھڑانا
کہ مجھ میں نہیں کوئی شانِ خدائی — بشر ہوں تمہاری طرح ایک میں بھی

نوٹ:- مصدر جب امر حاضر یا نہی کا کام دیتا ہے تو اس کے ساتھ ضمیر فاعلی استعمال نہیں کرتے اور جب کرتے ہیں تو ضمیر کے ساتھ "نے" علامتِ فاعل نہیں آتی مثلاً ؎
یوں ہی گر روتا رہا غالبؔ تو اے اہلِ جہاں — دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں

۲- فعل مضارع

بنانیکا عام قاعدہ - امر کا صیغہ واحد غائب مضارع کے واحد غائب اور واحد حاضر کا کام دیتا ہے اور صیغہ جمع غائب مضارع کے جمع غائب اور جمع متکلم کا۔ جمع حاضر کا صیغہ بدستور قائم رہتا ہے۔ اور واحد متکلم کے لئے مادۂ مصدر پر واؤ مضموم اور نون غنہ کا اضافہ کیا جاتا ہے اور اگر مادۂ مصدر کے آخر میں الف یا واؤ ہو تو ایک ہمزہ بھی بڑھایا جاتا ہے اور اگر یائے مجہول ہو تو اُسے حذف کر دیتے ہیں۔

نوٹ :- ہونا مصدر اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔

گردانیں

(دوڑنا سے فعل مضارع)

		واحد	جمع
مذکر و مونث :-	غائب	وہ دوڑے	وہ دوڑیں
	حاضر	تو دوڑے	تم دوڑتے
	متکلم	میں دوڑوں	ہم دوڑیں

(لانا سے)

مذکر و مؤنث	غائب	وہ لائے	وہ لائیں
	حاضر	تو لائے	تم لاؤ
	متکلم	میں لاؤں	ہم لائیں

(ہونا سے)

غائب	وہ ہو	وہ ہوں
حاضر	تو ہو	تم ہو
متکلم	میں ہوں	ہم ہیں

(دینا سے)

	واحد	جمع
غائب	وہ دے	وہ دیں
حاضر	تُو دے	تم ، دو
متکلّم	میں دُوں	ہم دیں

دیگر قواعد (۱) کبھی مادۂ مصدر کے یائے مجہول یا الف یا واؤ پر ختم ہونے کی صُورت میں متقدمین بجائے ہمزہ کے واؤ کا اضافہ کرتے تھے۔ مثلاً دینا سے دیوے لینا سے لیوے۔ آنا سے آوے۔ ہونا سے ہووے۔ کھونا سے کھووے۔ ذوق ؎

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ   پست ہمت یہ نہ ہووے پست قامت ہو تو ہو

ع   خدا دیوے تو بندہ کیوں نہ لیوے۔ ؎

تقویت دیوے اگر پاس حفاظت تیرا   شعلۂ شمع کو صرصر سے نہ ہو اضمحلال

(۲) کبھی مضارع جمع متکلّم کے لئے امر تعظیمی کو بھی استعمال کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ضمیر جمع متکلّم کبھی نہیں لاتے ؎

یہی ہی اصل اکتساب ہو جیئے سب سے مستفید   نرک ملے یا سزا ملے درس ملے ادب ملے

آزاد ؎   قسمت میں جو لکھا ہے سو دیکھا ہے اب تلک

اور آگے دیکھئے ابھی کیا کیا ہمیں دکھینے ا

غالب ؎   خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیئے

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیئے

نوٹ۔ فعل مضارع کبھی خالص حال کے معنی دیتا ہے اور کبھی خالص استقبال کے۔ حال کی مثال ؎

چوٹ دل کو جو لگے آہ رسا پیدا ہو   صدمہ شیشے کو جو پہنچے تو صدا پیدا ہو

یعنی جب دل کو چوٹ لگتی ہے تو آہِ رسا پیدا ہوتی ہے اور شیشے کو صدمہ پہنچتا ہے۔ تو صدا پیدا ہوتی ہے۔

مستقبل کی مثال ؎

کشتۂ تیغِ جدائی ہوں یقیں ہے مجھکو عضو سے عضو قیامت کو جدا پیدا ہو

یعنی جدا پیدا ہوگا۔

۴۔ فعل مستقبل

بنانے کا قاعدہ۔ مضارع پر "گا" بڑھانے سے فعل مستقبل (واحد مذکر) بن جاتا ہے۔ جمع کے صیغوں میں "گے" اور مؤنث کے سب صیغوں میں "گی" بڑھاتے ہیں

گردانیں

دوڑنا سے فعل مستقبل

		واحد	جمع
مذکر	غائب	وہ دوڑے گا	وہ دوڑیں گے
	حاضر	تو دوڑے گا	تم دوڑو گے
	متکلم	میں دوڑوں گا	ہم دوڑیں گے
مؤنث	غائب	وہ دوڑے گی	وہ دوڑیں گی
	حاضر	تو دوڑے گی	تم دوڑو گی
	متکلم	میں دوڑوں گی	ہم دوڑیں گی

نوٹ۔ (۱) لکھنؤ میں عورتیں جمع متکلم کے لئے بھی مذکر کا صیغہ استعمال کرتی ہیں یعنی بجائے "ہم دوڑیں گی" کے "ہم دوڑیں گے" کہتی ہیں۔ (۲) کبھی مصدر سے بھی فعل مستقبل کے معنی لئے جاتے ہیں۔ ؎

ہم صفیرو ہو مبارک تم کو گلشن کی بہار
پھر نہ ہم آئیں گے اب کچھ اصلاح جانیو ہمیں

۵۔ فعل حال

بنانے کا عام قاعدہ۔ مادّہ مصدر کے بعد "تا ہے" بڑھانے سے فعل حال (واحد مذکر غائب) بن جاتا ہے۔ واحد مذکر حاضر کے لئے یہی صورت ہے۔ جمع مذکر غائب اور متکلم کے لئے "تے ہیں" اور جمع مذکر حاضر کے لئے "تے ہو" اور واحد مذکر متکلم کے لئے "تا ہوں" بڑھاتے ہیں۔ مونث کے صیغوں کے لئے "تا" اور "تے" کی جگہ "تی" لگاتے ہیں۔

گردانیں

دوڑنا سے فعل حال

		واحد	جمع
مذکر	غائب	وہ دوڑتا ہے	وہ دوڑتے ہیں
	حاضر	تو دوڑتا ہے	تم دوڑتے ہو
	متکلم	مَیں دوڑتا ہوں	ہم دوڑتے ہیں
مؤنث	غائب	وہ دوڑتی ہے	وہ دوڑتی ہیں
	حاضر	تو دوڑتی ہے	تم دوڑتی ہو
	متکلم	مَیں دوڑتی ہوں	ہم دوڑتی ہیں

دیگر قواعد۔ کبھی مضارع سے بھی فعل حال بنا لیتے ہیں مثلاً آئے ہے۔ جائے ہے۔ ذوق سے

دانۂ خرمن ہے ہمیں قطرہ ہے دریا ہم کو
آئے ہے جز میں نظر کل کا تماشا ہم کو

غالب سے

اُدھر وُہ بدگمانی ہے اِدھر یہ ناتوانی ہے
نہ پوچھا جائے ہے اس سے نہ بولا جائے ہے مجھ سے

مصحفی ؎
سمجھیں ہوں اُسے مُہرہ بازیچۂ طفلاں
کس کام کا ہے گنبدِ گردوں ترے آگے

ع مستانہ طے کروں ہوں رہِ وادیٔ خیال
مگر آج کل یہ صورت متروک ہے۔

(۲) کبھی مادّۂ مصدر پر "رہا ہے" بڑھا کر بھی فعل حال بنالیتے ہیں اس کو فعل حال جاری کہتے ہیں۔ دوسرے صیغوں کے لئے تبدیلیاں عام قاعدے ہی کے مطابق ہوتی ہیں۔

استعمال (۱) فعل حال کبھی مستقبل کے معنی دیتا ہے مثلاً "ہم ابھی آتے ہیں" ؎
ایسی ہی بے قراری رہی متصل اگر   اے شیفتہ ہم آج نہیں بچتے شب تلک

(۲) کبھی ماضی کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً "میں گھر سے نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے آدمی جمع ہیں۔"

(۳) کبھی بطور نقل حکایت مثلاً "شیخ سعدی فرماتے ہیں"۔

(۴) کبھی اظہارِ یقین کے لئے مثلاً "بدی کا انجام بد ہوتا ہے"۔

(۵) عموماً اظہارِ عادت کے لئے مثلاً "وہ پہلے نہاتا ہے پھر کھانا کھاتا ہے"۔

۶۔ فعل ماضی

۱۔ ماضی مطلق

بنانے کا قاعدہ:۔ مادّۂ مصدر کے بعد الف بڑھانے سے ماضی مطلق (واحد مذکر غائب) بن جاتی ہے۔ مثلاً

مصدر	مادہ	ماضی مطلق	مصدر	مادہ	ماضی مطلق
اُٹھنا	اُٹھ	اُٹھا	بیٹھنا	بیٹھ	بیٹھا

پڑھنا	پڑھ	پڑھا	لکھنا	لکھ	لکھا
سینا	سی	سیا	پینا	پی	پیا
جاننا	جان	جانا	ماننا	مان	مانا
چھوڑنا	چھوڑ	چھوڑا	توڑنا	توڑ	توڑا

لیکن "کرنا" اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔ اس کی ماضی مطلق "کیا" آتی ہے۔ اگر مادہ "مصدر کے آخر میں الف یا واؤ ہو تو "یا" بڑھاتے ہیں مثلاً"

مصدر	مادہ	ماضی مطلق	مصدر	مادّہ	ماضی مطلق
آنا	آ	آیا	لانا	لا	لایا
پانا	پا	پایا	کھانا	کھا	کھایا
رونا	رو	رویا	دھونا	دھو	دھویا
بنانا	بنا	بنایا	مٹانا	مٹا	مٹایا
شرمانا	شرما	شرمایا	سمجھانا	سمجھا	سمجھایا

لیکن "ہونا" کی ماضی مطلق "ہوا" آتی ہے۔

نوٹ:۔ (۱) "مرنا" سے ماضی مطلق دو طرح پر آتی ہے (۱) مرا اور (۲) موا لیکن دونوں کا استعمال جدا جدا ہے۔ موا عموماً بطریق صفت آتا ہے مثلاً ادھ موا۔ موئی مٹی (۲) "جانا" کی ماضی مطلق بروئے قاعدہ "جایا" ہونی چاہئے مگر اس کی جگہ "گیا" استعمال کرتے ہیں البتہ محاورے میں "جایا" بھی آتا ہے مثلاً "مجھ سے وہاں جایا نہیں جاتا۔"

جمع مذکر کے صیغوں کے لئے الف کو یائے مجہول میں بدل دیتے ہیں اور "یا" کو "ے" میں مؤنث کے صیغوں میں واحد کے لئے بجائے الف کے یائے معروف اور بجائے "یا" کے "ئی" لگاتے ہیں اور جمع کے لئے نون غنہ کا اضافہ کرتے

ہیں۔ لکھنؤ میں عورتیں بھی جمع متکلم مذکر کا صیغہ استعمال کرتی ہیں۔

گردانیں

(دوڑنا سے)

		واحد	جمع
مذکر	غائب	وہ دوڑا	وہ دوڑے
	حاضر	تو دوڑا	تم دوڑے
	متکلم	مَیں دوڑا	ہم دوڑے
مؤنث	غائب	وہ دوڑی	وہ دوڑیں
	حاضر	تو دوڑی	تم دوڑیں
	متکلم	میں دوڑی	ہم دوڑیں

(لانا سے)

مذکر	غائب	وہ لایا	وہ لائے
	حاضر	تو لایا	تم لائے
	متکلم	میں لایا	ہم لائے
مونث	غائب	وہ لائی	وہ لائیں
	حاضر	تو لائی	تم لائیں
	متکلم	میں لائی	ہم لائیں

(ہونا سے)

مذکر	غائب	وہ ہوا	وہ ہوئے
	حاضر	تو ہوا	تم ہوئے
	متکلم	میں ہوا	ہم ہوئے

		واحد	جمع
مؤنث	غائب	وہ ہوئی	وہ ہوئیں
	حاضر	تو ہوئی	تم ہوئیں
	متکلم	میں ہوئی	ہم ہوئیں

اگر فاعل کے ساتھ "نے" آئے اور مفعول مذکور نہ ہو تو ماضی مطلق مذکر کی شکل میں آتی ہے۔ مگر صیغوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی البتہ ضمیر واحد غائب یعنی "وہ" کو "اُس" میں بدل دیتے ہیں اور ضمیر جمع غائب کو "اُنھوں" میں۔

(کہنا سے)

		واحد	جمع
مذکر	غائب	اُس نے کہا	اُنھوں نے کہا
	حاضر	تو نے کہا	تم نے کہا
	متکلم	میں نے کہا	ہم نے کہا

لیکن اگر فاعل کے ساتھ "نے" آئے اور جملے میں مفعول بھی موجود ہو تو ماضی مطلق مفعول کے مطابق آتی ہے۔ مگر کسی صیغے میں تغیر و تبدل نہیں کیا جاتا۔

مصدر "سینا" مفعول "کپڑا"

		واحد	جمع
مذکر	غائب	اُس نے کپڑا سیا	اُنھوں نے کپڑا سیا
	حاضر	تو نے " "	تم نے " "
	متکلم	میں نے " "	ہم نے " "

مصدر "سینا" مفعول "کپڑے"

		واحد	جمع
مؤنث	غائب	اُس نے کپڑے سیے	اُنھوں نے کپڑے سیے
	حاضر	تو نے " "	تم نے " "
	متکلم	میں نے " "	ہم نے " "

مصدر "پڑھنا" مفعول "کتاب"

		واحد	جمع
مونث	غائب	اُس نے کتاب پڑھی	اُنہوں نے کتاب پڑھی
	حاضر	تو " " "	تم " " "
	متکلم	میں " " "	ہم " " "

مصدر "پڑھنا" مفعول "کتابیں"

		واحد	جمع
مونث	غائب	اُس نے کتابیں پڑھیں	اُنہوں نے کتابیں پڑھیں
	حاضر	تو " " "	تم " " "
	متکلم	میں " " "	ہم " " "

"نے" علامتِ فاعل کا استعمال

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "نے" کے استعمال پر کچھ روشنی ڈال دی جائے۔

(۱) عام طور پر متعدی مصدروں کی ماضی مطلق۔ قریب۔ بعید اور احتمالی کے فاعل کے ساتھ "نے" آتا ہے۔ مثلاً اس نے کام کیا۔ میں نے خط لکھا ہے۔ تم نے سبق پڑھا تھا۔ تم نے یہ فقرہ لکھا ہوگا۔ مگر لانا۔ شرمانا۔ بکنا اور بھولنا مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً میں کتاب لایا۔ وہ اپنی اس حرکت سے شرمایا ہے۔ تم اس سے کیوں بکتے تھے؟ وہ تمہارا نام نہیں بھولے ہوں گے۔

(۲) بعض مصدر لازم بھی ہیں اور متعدی بھی مثلاً جیتنا۔ ہارنا۔ پکارنا بولنا۔ بدلنا۔ پلٹنا۔ پڑھنا۔ سمجھنا جب یہ بطور متعدی استعمال ہوتے ہیں تو ان کی مندرجہ بالا چاروں ماضیوں کے ساتھ "نے" آتا ہے۔ چند مثالیں دیکھئے س وال مدرسوں کے واسطے چندوں کی ریل پیل یہاں یہ سبق کوئی متنفس پڑھا نہیں

تم نے یہ جانا گئے ہم تم کو بھول
ہم نے یہ سمجھا کہ تم سمجھے غلط

اس شعر میں "سمجھنا" لازم اور متعدی دونوں طرح آیا ہے ؎

خط میں جب آپ نے تحریر سراسر پلٹی میں نے جانا مری تقدیر سراسر پلٹی

یہاں "پلٹنا" کی دونوں شکلیں استعمال کی گئی ہیں۔

(۳) چاہنا کی ان چاروں ماضیوں کے ساتھ "نے" آتا ہے اور نہیں بھی آتا۔ مثلاً

ع ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا

جی چاہا تو آؤں گا نہ چاہا تو نہیں آؤں گا

(۴) بعض مصادر مزید فیہ کا بھی یہی حال ہے مثلاً ہنس دینا۔ رو دینا۔

(۱) ؎ شبنم نے رو دیا کہ ہیں اشکِ چکیدہ ہوں
گل ہنس پڑا کہ میں بھی گریباں دریدہ ہوں

(۲) ؎ آج کل جس نے ذرا چھیڑا مجھے رو دیا
غم کے ہاتھوں دل ہتھیلی کا پھپھولا ہو گیا

نوٹ:۔ ان دونوں مصدروں کے ساتھ "نے" کا استعمال نہ کرنا فصیح ہے لیکن جن مصادر مزید فیہ کا دوسرا جز لازم ہو۔ ان کی ان ماضیوں کے ساتھ "نے" کبھی نہیں آتا۔ مثلاً میں کتاب بھیج چکا ہوں۔ وہ غلطی کر بیٹھا۔ اسے یہ سبق پڑھنا پڑا تھا۔ انہیں تمہارا خط لینا پڑا ہوگا۔

(۵) جن مصادر مزید فیہ کا دوسرا جز متعدی ہو۔ ان کے ساتھ بالعموم "نے" آتا ہے مثلاً اس نے مجھے آلیا ہے۔ تم نے اسے ڈرنے کیوں دیا تھا۔ انہوں نے چوکو رسونے نہ دیا ہوگا۔ ہم نے انہیں کمرے میں گھسنے نہ دیا۔

(۶) بعض لازم مصدروں کی ان ماضیوں کے ساتھ بھی "نے" آتا ہے مثلاً ہگنا۔ موتنا۔ سنکنا۔ تھوکنا۔

(۷) جب علامتِ فاعل "وہ" "جو" اور "کون" کے ساتھ آئے تو یہ تینوں علی الترتیب "اُس" "جس" اور "کس" میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

ماضی مطلق کا استعمال

(۱) ماضی مطلق کبھی فعل حال کا بھی کام دیتی ہے مثلاً قلم یہ رہا۔ کہیں مُرغا بولا۔ پھر آہٹ ہوئی۔ کسی نے پکارا۔ چور وہ رہا ؎

خانۂ عارینی میں جو درم بھرتے ہیں
غفل سے مجھ کو نظر آئے وہ انساں خالی

(۲) کبھی مستقبل کے مثلاً تم چلو میں آیا۔ تم آئے اور وہ بھاگا۔ اگر وہ نہ آیا تو تمہیں اطلاع دے دی جائے گی۔ اگر کوئی کام ہُوا تو ہم تمہیں بتا دینگے ؎

رہرو تشنہ لب نہ گھبرانا — اب لیا چشمۂ لقا تو نے
دل پر درد سے کچھ کام لوں گا — اگر فرصت ملی مجھ کو جہاں میں

(۳) کبھی مصدر کے مثلاً ؎

انتہائے لاغری سے جب نظر آیا نہ میں
ہنس کے وہ کہنے لگے بستر کو جھاڑا چاہیئے

(۴) کبھی اسم کیفیت کے مثلاً ؎

جو پہلے دن ہی سے دل کا کہا نہ کرتے ہم
نواب یہ لوگوں کی باتیں سُنا نہ کرتے ہم

(۵) کبھی اسم مفعول کے مثلاً اس کا کیا اس کے آگے آیا۔ ہاتھ کا دیا کام

آتا ہے۔ سب کیا دھرا اکارت گیا۔ حامد پڑھا لکھا آدمی ہے ؎

جی میں کیا ہے جو بخشوایا آج　　حالی اپنا کہا سنا تو نے

(۶) کبھی ماضی بعید کے ؎ مثلاً ؎

کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا　　مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا

(۷) کبھی مکرر لاکر بیچ میں "کا" یا "کے" زیادہ کر کے اسم فاعل کے معنی لیتے ہیں مثلاً ؎

ستوں مرکزِ ثقل سے ہٹ چکا ہے　　یہ بوسیدہ گھر اب گرا کا گرا ہے

(۸) کبھی دعا کے موقع پر ماضی کے آخر میں "ہو" بڑھا لیتے ہیں۔ مثلاً "خدا کرے کہ وہ تندرست ہو گیا ہو۔"

۲۔ ماضی قریب

بنانے کا قاعدہ

ماضی مطلق پر "ہے" بڑھانے سے ماضی قریب (واحد مذکر غائب اور واحد مذکر حاضر) بن جاتی ہے۔ جمع مذکر غائب اور جمع متکلم کے لئے "ہیں" جمع مذکر حاضر کے لئے "ہو" اور واحد مذکر متکلم کے لئے "ہوں" بڑھاتے ہیں۔

مونث کے صیغوں کے لئے پہلے جز یعنی ماضی مطلق میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی صرف مندرجہ بالا علامتیں بڑھالی جاتی ہیں۔

"نے" علامتِ فاعل آجائے تو تبدیلیاں انہی قواعد کے مطابق ہوتی ہیں۔ جن کا ذکر ماضی مطلق کے بیان میں آچکا ہے۔

گردانیں

(دوڑنا سے)

		واحد	جمع
مذکر	غائب	وہ دوڑا ہے	وہ دوڑے ہیں
	حاضر	تو دوڑا ہے۔	تم دوڑے ہو
	متکلم	میں دوڑا ہوں	ہم دوڑے ہیں
مؤنث	غائب	وہ دوڑی ہے	وہ دوڑی ہیں
	حاضر	تو دوڑی ہے	تم دوڑی ہو
	متکلم	میں دوڑی ہوں	ہم دوڑی ہیں

استعمال

(۱) کبھی ماضی قریب ماضی بعید کے معنی دیتی ہے۔ مثلاً داناؤں نے کہا ہے۔

(۲) قدما جمع مؤنث کے فعلوں کو "ان" کے ساتھ استعمال کرتے تھے مثلاً

سن فصلِ گل خوشی ہو گلشن میں آئیاں ہیں
کیا بلبلوں نے دیکھو دھومیں مچائیاں ہیں

مگر آج کل یہ اضافہ متروک ہے۔

۳۔ ماضی بعید

بنانے کا قاعدہ

ماضی مطلق کے صیغہ واحد مذکر پر "تھا" اور جمع مذکر پر "تھے" بڑھانے سے

ماضی بعید بن جاتی ہے۔ واحد مونث کے لئے "تھی" اور جمع مونث کے لئے "تھیں" بڑھاتے ہیں مگر پہلے جز یعنی ماضی مطلق میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ "نے" آجائے تو تبدیلیاں اسی طرح ہوں گی۔ جس طرح ماضی مطلق کے ذکر میں بیان کی گئی ہیں۔

گردانیں

(دوڑنا سے)

		واحد	جمع
مذکر	غائب	وہ دوڑا تھا	وہ دوڑے تھے
	حاضر	تو " "	تم " "
	متکلم	میں " "	ہم " "
مونث	غائب	وہ دوڑی تھی	وہ دوڑی تھیں
	حاضر	تو " "	تم " "
	متکلم	میں " "	ہم " "

نوٹ: بعض اوقات ماضی بعید استعمال کی جاتی ہے لیکن زمانہ قریب کا مفہوم ہوتا ہے۔ مثلاً "میں نے ابھی میز پر کتاب رکھی تھی۔ وہ ابھی ابھی یہاں آیا تھا۔"

۴۔ ماضی شکی یا احتمالی

بنانے کا قاعدہ

ماضی مطلق کے صیغہائے واحد مذکر غائب اور حاضر پر "ہوگا" بڑھانے سے

ماضی شکی یا احتمالی بن جاتی ہے۔ واحد متکلم پر "ہوں گا" جمع غائب اور متکلم پر "ہوں گے" اور جمع حاضر پر "ہو گے" بڑھاتے ہیں۔

مؤنث کے صیغوں کے لئے پہلے جز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ دوسرے جز میں "گا" اور "گے" کو "گی" میں بدل دیتے ہیں۔

"نے" کیساتھ تبدیلیوں کے وہی قاعدے ہیں جو ماضی مطلق کے ذکر میں بیان ہوئے۔

گردانیں

(دوڑنا سے)

		واحد	جمع
مذکر	غائب	وہ دوڑا ہوگا	وہ دوڑے ہوں گے
	حاضر	تو دوڑا ہوگا	تم دوڑے ہو گے
	متکلم	میں دوڑا ہوں گا	ہم دوڑے ہوں گے
مؤنث	غائب	وہ دوڑی ہو گی	وہ دوڑی ہوں گی
	حاضر	تو دوڑی ہو گی	تم دوڑی ہو گی
	متکلم	میں دوڑی ہوں گی	ہم دوڑی ہوں گی

۵۔ ماضی شرطی یا تمنائی

بنانے کے قاعدے

اس کے بنانے کے تین قاعدے ہیں۔

(۱) مادۂ مصدر پر واحد مذکر کے لئے "تا" بڑھاتے ہیں۔ اور جمع مذکر کے لئے

لے "واحد مونث کے لئے "تی" اور جمع مونث کے لئے "تیں"

(۲) ماضی مطلق پر "ہونا" بڑھاتے ہیں اور جمع مذکر کے لئے "ہوتے" واحد مونث کے لئے "ہوتی" اور جمع مونث کے لئے "ہوتیں"

(۳) ماضی شکی سے "گا" "گے" اور "گی" کو حذف کردیتے ہیں۔

نوٹ :- پہلی صورت میں فاعل کے ساتھ "نے" نہیں آتا۔ دوسری اور تیسری صورت میں آتا ہے۔ تبدیلیوں کے وہی قواعد ہیں جو ماضی مطلق کے حال میں مذکور ہوئے۔

گردانیں

(دوڑنا سے بطریق اوّل)

		واحد	جمع
مذکر	غائب	وہ دوڑتا	وہ دوڑتے
	حاضر	تو 〃	تم 〃
	متکلم	میں 〃	ہم 〃
مونث	غائب	وہ دوڑتی	وہ دوڑتیں
	حاضر	تو 〃	تم 〃
	متکلم	میں 〃	ہم 〃

بطریق دوم

مذکر	غائب	وہ دوڑتا ہوتا	وہ دوڑتے ہوتے
	حاضر	تو 〃 〃	تم 〃 〃
	متکلم	میں 〃 〃	ہم 〃 〃

	واحد	جمع
غائب	وہ دوڑتی تھی	وہ دوڑتی تھیں
حاضر	تو " "	تم " "
متکلم	میں " "	ہم " "

بحثِ مجہول

مصادر مجہول دو طرح کے ہوتے ہیں اوّل معنوی۔ دوم جبلی مجہول معنوی وہ ہوتے ہیں جو خاص طور پر معنی مجہول کے لئے وضع کئے گئے ہوں مثلاً بٹنا۔ پٹنا۔ بکنا۔ بجنا۔ سجنا۔ کٹنا۔ گُٹنا۔ بھُنتا۔ لٹنا۔ چُھٹنا۔ رچنا۔ پکنا گھلنا۔ کھُلنا۔ گھٹنا۔ تلنا۔ سِلنا۔ جُتنا۔ بچنا۔ لگنا وغیرہ

مجہول جبلی وہ ہے جو متعدی معروف سے بنایا گیا ہو۔

قاعدہ۔ جس مصدر کو مجہول میں بدلنا چاہیں اس کی ماضی مطلق پر "جانا" لگا دیتے ہیں مثلاً لایا جانا۔ پایا جانا۔ کھایا جانا۔ دیا جانا۔ لیا جانا۔ سِیا جانا۔ پیا جانا۔ کھویا جانا۔ دھویا جانا۔ لکھا جانا۔ پڑھا جانا۔

علیٰ ہذا القیاس اگر کسی فعل معروف کو مجہول میں بدلنا منظور ہو۔ تو اس کی ماضی مُطلق کے ساتھ "جانا" مصدر کا وہی فعل اور صیغہ لگا دیا جاتا ہے اور اس ماضی مطلق اور "جانا" کے مشتقات کی باہم مطابقت رہتی ہے۔ مثلاً وہ پالا گیا۔ وہ پالے گئے۔ البتہ اگر کسی ماضی کو مجہول میں بدلنا ہو تو اس کے مونث کے صیغوں میں ماضی مطلق ہمیشہ واحد رہتی ہے اور بصورتِ ضرورت علامتِ جمع صرف "جانا" کے افعال پر لگاتے ہیں۔ مثلاً وہ پالی گئی۔ وہ پالی گئیں۔

نوٹ:- فعل امر اور نہی میں حاضر کے صیغوں کو مجہول میں نہیں بدلا جاتا۔

لانا مصدر سے مجہول کی گردانیں

امر

	واحد غائب	جمع غائب
مذکر:-	وہ لایا جائے	وہ لائے جائیں
مونث:-	وہ لائی جائے	وہ لائی جائیں

نہی

مذکر:-	وہ مت لایا جائے	وہ مت لائے جائیں
مونث:-	وہ مت لائی جائے	وہ مت لائی جائیں

مضارع

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر:-	وہ لایا جائے	وہ لائے جائیں	تو لایا جائے	تم لائے جاؤ	میں لایا جاؤں	ہم لائے جائیں
مونث:-	وہ لائی جائے	وہ لائی جائیں	تو لائی جائے	تم لائی جاؤ	میں لائی جاؤں	ہم لائی جائیں

مستقبل

مذکر:-	وہ لایا جائیگا	وہ لائے جائینگے	تو لایا جائیگا	تم لائے جاؤگے	میں لایا جاؤنگا	ہم لائے جائینگے
مونث:-	وہ لائی جائیگی	وہ لائی جائینگی	تو لائی جائیگی	تم لائی جاؤگی	میں لائی جاؤنگی	ہم لائی جائینگی

حال

واحد غائب جمع غائب واحد حاضر جمع حاضر واحد متکلم جمع متکلم

مذکر:۔ وہ لایا جاتا ہے وہ لائے جاتے ہیں تو لایا جاتا ہے تم لائے جاتے ہو میں لایا جاتا ہوں ہم لائے جاتے ہیں

مونث:۔ وہ لائی جاتی ہے وہ لائی جاتی ہیں تو لائی جاتی ہے تم لائی جاتی ہو میں لائی جاتی ہوں ہم لائی جاتی ہیں

ماضی مطلق

مذکر:۔ وہ لایا گیا وہ لائے گئے تو لایا گیا تم لائے گئے میں لایا گیا ہم لائے گئے

مونث:۔ وہ لائی گئی وہ لائی گئیں تو لائی گئی تم لائی گئیں میں لائی گئی ہم لائی گئیں

ماضی قریب

مذکر:۔ وہ لایا گیا ہے وہ لائے گئے ہیں تو لایا گیا ہے تم لائے گئے ہو میں لایا گیا ہوں ہم لائے گئے ہیں

مونث:۔ وہ لائی گئی ہے وہ لائی گئی ہیں تو لائی گئی ہے تم لائی گئی ہو میں لائی گئی ہوں ہم لائی گئی ہیں

ماضی بعید

مذکر:۔ وہ لایا گیا تھا وہ لائے گئے تھے تو لایا گیا تھا تم لائے گئے تھے میں لایا گیا تھا ہم لائے گئے تھے

مونث:۔ وہ لائی گئی تھی وہ لائی گئی تھیں تو لائی گئی تھی تم لائی گئی تھیں میں لائی گئی تھی ہم لائی گئی تھیں

ماضی شکی

مذکر:۔ وہ لایا گیا ہوگا وہ لائے گئے ہونگے تو لایا گیا ہوگا تم لائے گئے ہوگے میں لایا گیا ہونگا ہم لائے گئے ہونگے

مونث:۔ وہ لائی گئی ہوگی وہ لائی گئی ہونگی تو لائی گئی ہوگی تم لائی گئی ہونگی میں لائی گئی ہونگی ہم لائی گئی ہونگی

ماضی شرطی

مذکر:۔ وہ لایا جاتا وہ لائے جاتے تو لایا جاتا تم لائے جاتے میں لایا جاتا ہم لائے جاتے

مونث:۔ وہ لائی جاتی وہ لائی جاتیں تو لائی جاتی تم لائی جاتیں میں لائی جاتی ہم لائی جاتیں

دوسری صورت

واحد غائب جمع غائب واحد حاضر جمع حاضر واحد متکلّم جمع متکلّم

مذکّر :- وہ لایا گیا ہوتا وہ لائے گئے ہوتے تو لایا گیا ہوتا تم لائے گئے ہوتے میں لایا گیا ہوتا ہم لائے گئے ہوتے

مونث :- وہ لائی گئی ہوتی وہ لائی گئی ہوتیں تو لائی گئی ہوتی تم لائی گئی ہوتیں میں لائی گئی ہوتی ہم لائی گئی ہوتیں

تیسری صورت

مذکر :- وہ لایا گیا ہو وہ لائے گئے ہوں تو لایا گیا ہو تم لائے گئے ہو میں لایا گیا ہوں ہم لائے گئے ہیں

مونث :- وہ لائی گئی ہو وہ لائی گئی ہوں تو لائی گئی ہو تم لائی گئی ہو میں لائی گئی ہوں ہم لائی گئی ہیں

ماضی استمراری

مذکر :- وہ لایا جاتا تھا وہ لائے جاتے تھے تو لایا جاتا تھا تم لائے جاتے تھے میں لایا جاتا ہوں ہم لائے جاتے تھے

مونث :- وہ لائی جاتی تھی وہ لائی جاتی تھیں تو لائی جاتی تھی تم لائی جاتی تھیں میں لائی جاتی تھی ہم لائی جاتی تھیں

بحثِ نفی

جس فعل میں اظہارِ نفی مقصود ہو یعنی کام کا نہ کرنا، نہ ہونا یا نہ سہنا ظاہر کرنا چاہیں تو فعل سے پہلے "نہ" یا "نہیں" لگا دیتے ہیں مثلاً وہ نہ آتا۔ ہم نہ آئیں۔ تم نہیں آئے وہ نہیں گئے ہوں گی۔ میں نے خط نہیں لکھا تھا۔

"نہ" اور "نہیں" کے استعمال میں فرق ہے۔ بالعموم ماضی شرطی اور فعل مضارع کے ساتھ "نہ" آتا ہے اور باقی فعلوں کے ساتھ "نہیں" ؎

نہ تھا کچھ تو خدا تھا ورنہ ہوتا تو خدا ہوتا ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

لیکن کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا ہے مثلاً ؎

نہ ہوا پر نہ ہوا میرؔ کا انداز نصیب
ذوقؔ یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

امر کو جب کبھی نفی برتا جاتا ہے تو اس کو نہی کہتے ہیں۔ لہٰذا امر اور نہی دونوں نفی کی بحث سے خارج ہیں۔

کبھی "نہ" زائد بھی آتا ہے۔ مثلاً تم وہاں جاؤ نہ۔ اب ذرا کھیل لو نہ ؎

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی

لیکن آج کل اس زائد "نہ" کو "نا" لکھتے ہیں۔

ماضی قریب اور فعل حال کے ساتھ جب "نہیں" آتا ہے تو "ہے" اور اس کی دوسری صورتوں کو کبھی حذف بھی کر دیتے ہیں مثلاً وہ ابھی تک نہیں آیا۔ وہ اب یہاں نہیں آتا۔ تم وہاں کیوں نہیں گئے۔ میں نہیں پڑھتا ؎

کوئی امید بر نہیں آتی — کوئی صورت نظر نہیں آتی

محاورے میں کبھی فعل مثبت بھی منفی کا کام دیتا ہے ؎

میں بھی ہوں حسنِ طبع پر مغرور
مجھ سے اٹھیں گے اُن کے ناز ضرور

کبھی الفاظ "کیا" "کب" "کس" اور "تھوڑا ہی" بھی نفی کے لئے آتے ہیں مثلاً مجھے کیا خبر۔ میں نے کب کہا تھا۔ کس نے تم سے رقم لی۔ میں انہیں تھوڑا ہی بلانے گیا۔

بعض اوقات (خصوصاً نظم میں) "نہ" اور "نہیں" فعل کے بعد بھی آتے ہیں مثلاً "میں اس کی راہ دیکھتا رہا۔ لیکن وہ آیا ہی نہیں" نظم کی مثالیں بھی دیکھئے۔

جی چراتے تھے نہ مکروہاتِ عالم سے کبھی ۔ اور خلافِ چرخِ دوراں سے نہ گھبراتے تھے ہم

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر

عجب نہیں کہ رہے نیک و بد میں کچھ نہ تمیز ۔ کہ جو بدی ہے وہ سانچے میں ڈھلتی جاتی ہے
جیتے جی دکھ سے نہ فراغت کی توقع ناداں ۔ قید ہستی ہے مری جان فراغت کیسی ؟

فعل معطوف

فعل معطوف دو فعلوں سے مل کر بنتا ہے ۔ پہلا معطوف علیہ کہلاتا ہے ۔ دوسرا معطوف ۔

اس کی دو شکلیں ہیں ۔

اوّل :۔ معطوف علیہ بہ شکل امر ہوتا ہے ۔ اور دونوں فعلوں کے درمیان لفظ "کر" آتا ہے ۔ مثلاً میں کھانا کھا کر سو گیا ۔ ؎

ہاں دلیرانِ وطن دھاک بٹھا کر آنا ۔ طنطنہ دشمنِ خود بیں کا مٹا کر آنا

کبھی (بالخصوص نظم میں) "کر" کو "کے" میں بدل دیتے ہیں مثلاً ؎

کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر ۔ میں بھی کبھی کسی کا سرِ پُر غرور تھا

کبھی معطوف علیہ مکرر آتا ہے مثلاً ؎

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا
تھا موتیوں سے دامنِ صحرا بھرا ہوا

کبھی "کر" یا "کے" کو حذف بھی کر دیتے ہیں مثلاً ؎

وہ عجائب اب نظر آتے ہیں ۔ دیکھ پہلے جن کو رہ جاتے تھے دنگ

نوٹ:۔ گو معطوف علیہ بظاہر امر معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا عمل وہی ہوتا ہے جو معطوف کا یعنی اگر دوسرا فعل ماضی یا مضارع یا حال یا مستقبل یا امر یا نہی ہو تو پہلا فعل بھی وہی کام دے گا یا یوں سمجھ لیجئے کہ پہلا فعل دوسرے فعل کے تابع ہوتا ہے۔

دوم۔ ماضی شرطی کے صیغۂ جمع مذکر پر "ہی" کا اضافہ کر لیتے ہیں لیکن اس قسم کا فعل معطوف ایسے موقعوں پر استعمال کیا جاتا ہے جہاں ایک کام کے وقوع میں آتے ہی دوسرے کام کا وقوع میں آنا دکھلانے کی ضرورت ہو مثلاً

ع

سر منڈاتے ہی پڑ گئے اولے

امدادی افعال

امدادی افعال سے کلام میں زور اور لطافت پیدا ہوتی ہے۔ ان کی مدد سے اردو میں بے شمار محاورے بھی بنائے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض فعل کی تکمیل یا اختتام کو بعض آغاز کو۔ بعض تاکید کو۔ بعض تشدد کو۔ بعض قربت۔ بعض امکان کو۔ اور بعض جاری رہنے کو ظاہر کرتے ہیں۔

ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو تنہا بھی استعمال ہوتے ہیں لیکن مختلف معنوں میں اور بعض ایسے ہیں جو تنہا کبھی استعمال نہیں ہوتے مثلاً "سکنا" کے مشتقات پھر بعض ایسے ہیں کہ بظاہر مشتق معلوم ہوتے ہیں لیکن جو مصدروں سے ان کا اشتقاق معلوم ہوتا ہے۔ ان کے معنوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے

مثلاً "چاہنا" کے بعض مشتقات۔ وہ مصدر جن سے امدادی افعال بنتے ہیں۔ حسب ذیل ہیں :-

سکنا۔ ہونا۔ آنا۔ جانا۔ اُٹھنا۔ بیٹھنا۔ پڑنا۔ چکنا۔ لگنا۔ رہنا۔ نکلنا
لینا۔ دینا۔ کرنا۔ پانا۔ رکھنا۔ چھوڑنا۔ ڈالنا۔ چاہنا۔

اب ہر ایک کی مفصّل کیفیت دیکھیئے۔

۱۔ سکنا۔ یہ مصدر محض دوسروں کی امداد کے لئے وضع ہوا ہے۔ اکیلا کچھ معنی نہیں دیتا۔ اس کو قابلیت یا اجازت کے لئے استعمال کرتے ہیں مثلاً میں یہ کتاب پڑھ سکتا ہوں۔ تم اب جا سکتے ہو۔

۲۔ ہونا۔ یہ مصدر بہت کام کا ہے۔ ماضی احتمالی تو اس کے بغیر بن ہی نہیں سکتی اور ماضی شرطی کی بھی دو صورتیں اسی سے بنتی ہیں۔

۳۔ آنا۔ اکثر تکمیل و تاکید کے لئے آتا ہے مثلاً بن آنا۔ اُبھر آنا۔ اُگ آنا
کبھی "سکنا" کے معنی بھی دیتا ہے مثلاً ؎

ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے
ایک ہم ہیں کر لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ

۴۔ جانا۔ اس سے تکمیل و تاکید ظاہر ہوتی ہے مثلاً کھا جانا۔ بیٹھ جانا۔ سو جانا لیٹ جانا۔ کبھی یہ "سکنا" کے معنی دیتا ہے۔ مثلاً مجھ سے چلا نہیں جاتا۔
کبھی عادت یا جاری رہنے کے مثلاً ؎

نا اُمیدی مٹائے جاتی ہے
شوق نقشہ جمائے جاتا ہے

۵۔ اُٹھنا۔ اس سے دوسرے فعلوں میں تیزی پیدا ہوتی ہے مثلاً جاگ اُٹھنا۔ بول اُٹھنا۔ چیخ اُٹھنا۔ چلّا اُٹھنا۔ پھڑک اُٹھنا۔

۶۔ بیٹھنا:۔ کبھی اس سے تعجیل اور کبھی بلا ارادہ فعل سرزد ہونے کے معنی لئے جاتے ہیں مثلاً کر بیٹھنا۔ کہہ بیٹھنا۔ دے بیٹھنا۔ لے بیٹھنا۔ لڑ بیٹھنا۔

۷۔ پڑنا:۔ کبھی تکمیل اور کبھی دفعتہً وقوع میں آنے کو ظاہر کرتا ہے مثلاً گر پڑنا لڑ پڑنا۔ برس پڑنا۔ کبھی مجبوری کو۔ مثلاً مجھے وہاں جانا پڑا۔ تمہیں یہاں آنا پڑے گا۔

۸۔ چکنا:۔ تکمیل کے معنی دیتا ہے مثلاً جب لکھ چکو تو میرے پاس آنا۔ کام ہو چکا۔ کبھی اس سے نفی کے معنی پیدا کئے جاتے ہیں مثلاً "بس تم پڑھ چکے"۔ یعنی "اب نہیں پڑھو گے"۔

۹۔ لگنا۔ کبھی اس سے شروع کرنے کے معنی لئے جاتے ہیں۔ مثلاً ؎

کروں ذکر میں خوش بیانی کا کیوں کر
وہ بولا تو مُنہ سے لگے پھول جھڑنے

اور کبھی کسی فعل کے غیر متوقع طور پر واقع ہونے کے مثلاً اینٹ آ لگی۔ پتھر جا لگا۔

۱۰۔ رہنا۔ جاری رہنے اور عادت کے معنی دیتا ہے اور قریب ہر فعل کے ساتھ استعمال ہو سکتا ہے۔ مثلاً کرتا رہا۔ آتے رہیں گے۔ لکھتے رہتے ہیں پڑھتے رہو۔ کبھی غیر معمولی تاخیر ظاہر کرتا ہے مثلاً وہ وہاں جا کر بیٹھ رہا۔ تم تو وہیں کے ہو رہے۔ کبھی تلف ہو جانا۔ مثلاً اس کے ہوش جاتے رہے میرا قلم جاتا رہا۔ کبھی تکمیل مثلاً ہم اسے منا کر رہیں گے۔ میں تمہیں اٹھا کر رہوں گا۔

۱۱۔ نکلنا۔ عموماً حالتِ سکون سے دفعتہً حرکت میں آنے کے معنی دیتا ہے اور صرف لازم مصدروں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے مثلاً بہ نکلنا۔ چل نکلنا۔ پھوٹ نکلنا

۱۲- لینا:- تاکید وتکمیل کے لئے استعمال کرتے ہیں مثلاً پی لینا۔ کرلینا۔ رکھ لینا۔ آلینا۔

۱۳- دینا:- کبھی جبر سے اور کبھی اجازت کے طور پر تکمیل فعل کے لئے آتا ہے مثلاً ہٹا دینا۔ نکال دینا۔ پھینک دینا۔ آنے دینا۔ جانے دینا۔

نوٹ:- "لینا" میں اپنا فائدہ منظور ہوتا ہے اور "دینا" میں دوسرے کا مثلاً میں نے سمجھا لیا ہے۔ میں نے اسے سمجھا دیا ہے۔

۱۴- کرنا:- کبھی فعل کو جاری رکھنے کے لئے استعمال کرتے ہیں مثلاً تم جایا کرو۔ وہ آیا کرے۔ ع وہ لگاڑا کیا۔ میں سنوارا کیا

اور کبھی عادت ظاہر کرنے کے لئے مثلاً یہاں جولائی میں مینہ برستا ہے۔ وہ کہا کرتے تھے۔

۱۵- پانا:- کبھی سکنا کے معنی دیتا ہے مثلاً وہ میرے سامنے بولنے نہ پایا۔ کوئی وہاں ٹھہرنے نہیں پاتا۔ اور کبھی تاکید کے لئے مثلاً وہ جانے نہ پائے۔ لڑکے بولنے نہ پائیں۔

۱۶- رکھنا:- کبھی جبر کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً اس نے بٹھا رکھا ہے تم نے دبا رکھا ہے کبھی پہلے سے تیار کر لینے کے معنوں میں۔ مثلاً کہہ رکھا ہے۔ تیار رکھوں گا۔

۱۷- چھوڑنا:- انہیں معنوں میں آتا ہے جن میں "رکھنا" مثلاً بٹھا چھوڑا ہے۔ سمجھا چھوڑا تھا۔ تم یہ کتاب پڑھ چھوڑو۔ اس سے کہہ چھوڑنا یہ کام کر چھوڑنا۔

۱۸- ڈالنا:- اس سے زور پیدا کیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ کتاب پڑھ ڈالو۔ اس نے اس کپڑے کو مسل ڈالا۔ اس درخت کی سب شاخیں کاٹ ڈالنا اس کو ابھی چیر ڈالو۔

۱۹۔ چاہنا۔ ارادے اور خواہش کے معنوں میں اس مصدر کے قریب قریب تمام مشتقات دوسرے مصدروں کے ساتھ استعمال ہو سکتے ہیں مثلاً میں نے جانا چاہا۔ وہ بھی کام کرنا چاہتا ہے۔ کیا تم اب جانا چاہو گے؟

لیکن "چاہیئے" اس کا ایک ایسا مشتق ہے جو بعض صورتوں میں اپنے مصدر سے بلحاظ معنی بہت دور چلا جاتا ہے مثلاً یوں نہیں چاہیئے۔ چاہیئے تو یوں ہی تھا ؎

اب جیسے اک حسن سے ہنستے تھے تو ہنس لئے　　پر اس طرح ہر ایک سے اُٹھانہ چاہیئے

کبھی ماضی کے بعد آکر مضارع کے معنی دیتا ہے مثلاً ؎

لگ گئی چپ حالیؔ رنجور کو　　حال اس کا کس سے پوچھا چاہیئے

کبھی ماضی کے بعد آکر امر کے معنی دیتا ہے مثلاً ؎

منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید　　نا اُمیدی اس کی دیکھا چاہیئے

لیکن ماضی کے ساتھ اس کا الحاق عام نہیں رہا۔

کبھی مصدر کے ساتھ مل کر بھی امر کے معنی دیتا ہے مثلاً اسے وہاں جانا چاہیئے۔

کبھی "درکار" کے معنوں میں آتا ہے مثلاً ع

وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیئے

کبھی نظم میں "چاہیئے" کے ساتھ "ہے" بھی آجاتا ہے۔ مثلاً ؎

حشر کو کوئی وسیلہ نہیں اس سے بہتر　　اے ظفر دوستیِ آلِ نبی چاہیئے ہے

"چاہیئے" جمع میں "چاہئیں" ہو جاتا ہے مثلاً ع

نیک باتیں تم کو کرنی چاہئیں

امتحانی سوالات

۱۔ حروف شمسی اور قمری کی وجہ تسمیہ بتائیے اور پانچ پانچ مثالیں دیجئے۔

۲۔ ماضی کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی تعریف مع امثلہ بیان کیجئے۔

۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے صرفی نام بتائیے۔

قُل قُل قُل قُل۔ جھنجھنا۔ چاقو۔ گلی۔ صبح۔ پیالی۔ جمنا۔ تھکاوٹ۔ پھیری والا

۴۔ باہمی فرق بتائیے؟۔

فاعل و اسم فاعل۔ مفعول و اسم مفعول۔ اسم ضمیر و اسم اشارہ۔ اسم فاعل و صفتِ مشبّہ۔ اسم عدد و صفتِ عددی۔

۵۔ مذکر کے مونث اور مونث کے مذکر بتائیے۔

ہنرو۔ درزی۔ بہو۔ غلام۔ رانڈ۔ جورو۔ پنڈت۔ کنجڑا۔ شیخ۔ فرنگی۔

۶۔ مذکر اور مونث الگ الگ کیجئے

مشین۔ کوٹ۔ عرش۔ فرش۔ جمیلہ۔ خلاصہ۔ تقاضا۔ تماشا۔ ایذا۔ احسان

۷۔ واحد کے جمع اور جمع کے واحد بتائیے۔

چڑیا۔ گھٹا۔ نماز۔ اعمال۔ عیوب۔ اُمرا۔ جاہل۔ ہندو۔ امر۔ علوم۔

۸۔ واحد اور جمع الگ الگ کیجئے۔

اصول۔ اہالی۔ احکام۔ اطبا۔ تصاویر۔ موقع۔ تختے۔ لوگ۔ وجہ۔ رسم

۹۔ حروفِ تہجی اردو میں کتنے ہیں؟ ہر کن کن زبانوں سے آئے ہیں سب کو ترتیب وار لکھئے۔

۱۰۔ مندرجہ ذیل کی تعریفیں مع امثلہ بیان کیجئے۔ ہائے ملفوظی۔ ہائے مختفی۔ ہائے مخلوط

یائے معروف۔ یائے مجہول۔ نونِ غنہ۔ امالہ۔ ادغام۔ اشتقاق۔ مترادف۔

۱۱۔ حروفِ علت سے کیا مراد ہے؟ یہ کون کون سے حرف ہیں اور کن کن صورتوں میں بطور حروفِ صحیح استعمال ہوتے ہیں؟

۱۲۔ جعلی مصدر بنانے کے کچھ قاعدے بیان کیجئے۔

۱۳۔ لازم اور متعدی افعال کی تعریفیں مع امثلہ بتائیے۔

۱۴۔ فعل مجہول کسے کہتے ہیں اور مفعول مالم یُسمّیٰ فاعلہٗ سے کیا مراد ہے۔ مصدر کو اگر مجہول بنانا ہو تو کیا قاعدہ ہے مثالوں سے واضح کیجئے؟

۱۵۔ مندرجہ ذیل سے حاصل مصدر بنائیے۔

چمکنا۔ تڑپنا۔ ملنا۔ بکنا۔ لڑنا۔ پڑھنا۔ بیٹھنا۔ دوڑنا۔ جھگڑنا۔

۱۶۔ تسکین۔ تشدید۔ تعریب۔ تفریس اور تاریخ کی دو دو مثالیں بیان کیجئے۔

۱۷۔ ماضی شرطی بنانے کے تینوں قاعدے مع امثلہ بتائیے۔

۱۸۔ اشارہ و مشار الیہ اور ضمیر و مرجع کی تعریفیں کیجئے اور وضاحت کیلئے دو دو مثالیں دیجئے۔

۱۹۔ اسم ضمیر کی چار حالتیں کون سی ہیں جواب میں مثالیں بھی ہونی چاہئیں۔

۲۰۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو فقروں میں اسطرح استعمال کیجئے کہ ان کی تذکیر و تانیث معلوم ہو سکے۔ فکر۔ قلم۔ تقریر۔ تعویذ۔ ناک۔ گرد۔ روح۔ آواز۔ ہوش بُلبل۔

۲۱۔ اسم علم کی قسمیں بتائیے اور ہر ایک کی تعریف مع امثلہ بیان کیجئے۔

۲۲۔ مندرجہ ذیل سے صفاتِ نسبتی بنائیے۔

دہلی۔ لاہور۔ دریا۔ ارض۔ علیؑ۔ نبی۔ صفرا۔ سودا۔ قلب۔

۲۳۔ مصدر کبھی کبھی امر کا بھی کام دیتا ہے پانچ فقرے ایسے بنائیے جن سے یہ بات واضح ہو جائے

۲۴۔ اسم فاعل قیاسی اور سماعی کا فرق مثالوں کے ساتھ سمجھایئے
۲۵۔ "چاہیئے" کو مختلف معنوں میں استعمال کر کے دکھایئے۔
۲۶۔ اسم معاوضہ بنانے کے کچھ قاعدے مع امثلہ بیان کیجئے۔
۲۷۔ فعل معطوف کی تعریف کیجئے اور پانچ مثالیں دیجئے
۲۸۔ فعل مضارع اور فعل امر میں کون کون سے صیغے مشترک ہیں۔
۲۹۔ حروفِ عاملہ سے کیا مراد ہے؟ پانچ حروفِ عاملہ کو جملوں میں استعمال کر کے دکھایئے
۳۰۔ اسم حالیہ بنانے کے قاعدے مع امثلہ لکھیئے۔
۳۱۔ اسم تفضیل اور اسم مبالغہ میں کیا فرق ہے؟ مثالیں دے کر سمجھایئے۔
۳۲۔ مولوی فتح محمد خاں مصنف مصباح القواعد کے حالات زندگی مختصراً بیان کیجئے
۳۳۔ "مصباح القواعد" پر اپنے خیالات کا اظہار دس بارہ سطروں میں کیجئے۔
۳۴۔ مصنف کتاب نے دیباچے میں عام پنجابیوں کی اردو کے کچھ نمونے بیان کئے ہیں؟
آپ اس سلسلے میں مزید مثالیں دے کر اس بیان کی تکمیل کیجئے۔
۳۵۔ ردھر۔ ڈھر۔ لھر۔ مھر۔ نھر کا استعمال سمجھانے کے لئے دو دو لفظ پیش کیجئے
۳۶۔ ان الفاظ کی صحیح شکل مع اعراب لکھیئے جن کی حرکات وغیرہ درج ذیل ہیں۔
(۱) عربی میں یہ لفظ ش منقوطہ اور مفتوح۔ ت اور ق مفتوح اور تائے مثناۃ فوقانیہ ساکن سے ہے۔
(۲) اصل میں حائے مہملہ مفتوح۔ رائے مہملہ مفتوح۔ کاف عربی مفتوح اور تائے قرشت ساکن سے ہے۔
۳۷۔ تنوین کی تعریف مع امثلہ بیان کیجئے۔
۳۸۔ واؤ معدولہ کی تعریف کم سے کم پانچ مثالوں کے ساتھ لکھیئے۔
۳۹۔ نہ۔ مت اور نہیں کا استعمال مع امثلہ بیان کیجئے۔

۴۰۔ مندرجہ ذیل ہندی علامتوں سے دو دو صفتِ مشبہ بنائیے۔
اَ۔ اَن۔ک۔ ن۔بن۔

۴۱۔ اسم جمع سے کیا مُراد ہے۔ کم از کم پانچ مثالیں لکھئے۔

۴۲۔ عربی کے دس اسم فاعل ایسے بتائیے جو اُردو میں بکثرت مستعمل ہوں۔

۴۳۔ اسم معاوضہ اور اسم کیفیت کا باہمی فرق مثالوں سے واضح کیجئے۔

۴۴۔ پانچ مثالیں ایسی دیجئے جن سے ایک ہی فعل کے ناقص اور تام ہونے کا ثبوت بہم پہنچے۔

۴۵۔ پینا۔ سینا۔ لینا۔ دینا اور کرنا سے تعظیمی امر بنائیے۔

۴۶۔ "لکھنا" سے فعل حال مثبت معروف اور فعل مستقبل منفی مجہول بنا کر گردانیں لکھئے۔

۴۷۔ "سکنا" کے مشتقات کو بطور امدادی افعال استعمال کرکے "پڑھنا" مصدر سے ماضی مُطلق۔ فعل حال۔ فعل مستقبل۔ ماضی قریب اور ماضی تمنائی بنائیے۔

۴۸۔ دوسرے مصدروں کے ساتھ "رہنا" کے مشتقات کو بطور امدادی افعال لگا کر پانچ فقرے بنائیے۔

۴۹۔ متعدی مصدر کی چار قسموں کی دو دو مثالیں بتائیے۔

۵۰۔ کچھ ایسے اسم بتائیے جن کے (۱) صرف مذکر استعمال میں آتے ہوں۔ (۲) صرف مؤنث مستعمل ہوں۔

بات تمام